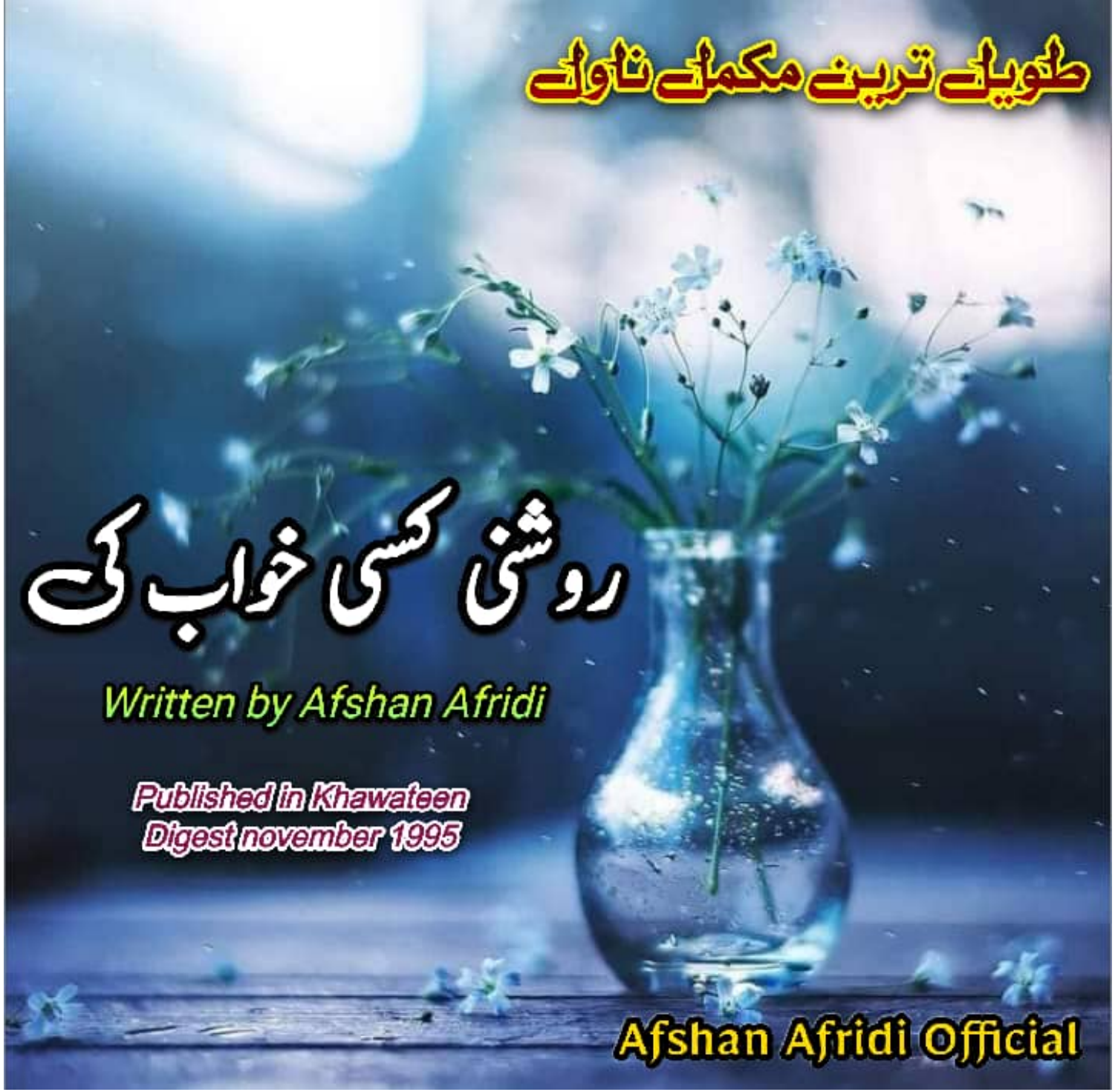

Scanned with CamScanner

معزز ممبرز مشہور مصنفہ افشاں آفریدی
کے ڈائجسٹس میں نئے آنے والے اور ماضی کے
مزید ناولز جو کہ نیٹ پر بھی دستیاب نہیں،
کلئیر کوالٹی میں پڑھنے کے لئے ہمارا
فیس بک آفیشل بک پیج

Afshan Afridi Official

جوائن کیجئے

یہ ناول آپ کو کیسا لگا اپنی رائے ضرور دیں۔

https://www.facebook
.com/Afshan-Afridi-Official
-103736765390335/

Imagitor

Scanned with CamScanner

رکن آل پاکستان نیوز پیپر سوسائٹی

خواتین ڈائجسٹ

نومبر ۹۵

جلد: ۲۴ شمارہ: ۷

قیمت ۳۰ روپے

مدیرِ اعلیٰ: محمود ریاض
مدیرہ: نادرہ خاتون
نائب مدیرہ: رضیہ جمیل
مدیرہ خصوصی: امت الصبور
بلقیس بھٹی
تزئینات: عدنان
مصور: جنید انصار
اشتہارات: خالدہ جیلانی

Scanned with CamScanner

مکمل ناول

دوستی کسی خواب کی

افشاں آفریدی

"خان بابا! رہنے دیں۔ یہ اب اسٹارٹ نہیں ہوگی۔"

"ٹھہر جاؤ بیٹا! میں اچھی طرح چیک کر لیتا ہوں۔" پندرہ منٹ کی کوشش رائیگاں کے بعد بھی خان بابا ہمت ہارنے کو تیار نہ تھے۔

"بیٹری ڈاؤن ہوگئی ہے۔ اب بھلا چیک کرنے سے بھی کیا ہوگا۔" وہ بے زار ہوتے ہوئے بولی۔

اسلام آباد کی نسیم صبح اسے پیدل ہی مارچ کرنے کی دعوت دے رہی تھی مگر خان بابا اتنی آسانی سے اس کی خواہش بھلا کہاں پوری ہونے دیتے۔ سو وہ چپ ہو کر بل کھاتی سڑک کے کنارے کھڑے فلک بوس درختوں کو دلچسپی سے دیکھنے لگی۔

دس منٹ بعد بالآخر اس نے بھی ہار مان لی اور بونٹ کو تاسف سے دیکھتے اس کے پاس چلے آئے جو دروازے سے ٹیک لگائے اردگرد کے حسین ماحول میں گم تھی۔

"یہ تو بیٹری واقعی ڈاؤن ہوگئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس میں کافی وقت لگ جائے گا۔" خان بابا بولے تو وہ چونک کر ان کی جانب متوجہ ہوئی۔

"جی ہاں۔ لہٰذا اب گاڑی سے جانے کا خیال ہمیں ترک کر دینا چاہیے۔" مسرت دبا کر اس نے بظاہر بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"ہوں۔" وہ پُرخیال لہجے میں بولے۔ "آپ ادھر تھوڑا انتظار کرو بیٹا! میں سواری کا انتظام کرتا ہوں۔"

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

کچھ سوچ کر اس سے کہا۔

"کیوں؟"

"گھر نہیں جانا کیا؟" اس کا استفسار خان بابا کو حیران کر گیا۔

"جانا ہے مگر پیدل۔" اس نے فٹافٹ اپنا مخصوص ضدی لہجہ اپنایا۔

"کیا؟" خان بابا اس کی نئی فرمائش بلکہ اس نئی اُفتاد پر بھونچکا رہ گئے۔

"صرف پندرہ منٹ کی تو واک ہے خان بابا۔ پلیز مجھے ایسے ہی جانے دیں۔" لمحے بھر میں منت بھرا تاثر آئی چہرے پر معصومیت کا انتہائی تاثر لانے کی کوشش کی جس میں صد فی صد کامیابی ہوئی۔

"ہرگز نہیں۔" خان بابا نے فوراً نظر پھیر لی مبادا ترس آ جائے۔ "آپ ادھر انتظار کرو، میں ٹیکسی یا کسی اور سواری کا انتظام کرتا ہوں۔"

"اوہ نو۔ خان بابا۔ پلیز۔" وہ بڑی عاجزی سے گویا ہوئی۔ ہمیشہ اپنی ضد منوانے کو اسی طرح بن جاتی تھی وہ التجائیہ لہجہ مستعار لے کر فوراً مخاطب کو رضامند کر لیتی۔ یہ الگ بات کہ یہ رضامندی ہمیشہ ہی زبردستی کی ہوتی۔

"دیکھو رِشی بیٹا۔ آپ بہت ضدی ہو مگر آج میں تمہاری ایک نہیں سننے والا۔ بعد میں تمہاری ممی کو پتا چلا تو مجھ پر بہت خفا ہوں گی۔" خان بابا نے اٹل لہجے میں کہا۔

"نہیں میں ممی کو پتا ہی نہیں چلنے دوں گی۔ بس آپ بیٹری نکال کر کسی قریبی مکینک کے پاس لے جایئے میں آرام سے چچا کے گھر پہنچ جاؤں گی۔"

اس نے بہ عجلت انہیں اپنے پروگرام سے آگاہ کیا۔

"مگر۔" خان بابا تذبذب میں پڑ گئے۔ جانتے تھے وہ ایسے جان نہیں چھوڑے گی۔

"اگر مگر کچھ نہیں۔ آپ کو میری قسم۔ پلیز پلیز۔" معمر خان بابا کا دل تو یوں ہی پگھل جاتا تھا۔ وہ تو پھر ان کی گود کھلائی تھی۔ ضدی اور کسی حد تک ہٹ دھرم تھی۔ سو اس کی ضد تو پوری کرنی ہی پڑتی تھی۔ پھر آج جس طرح وہ عاجزی سے انہیں رام کر رہی تھی۔

انہیں ہاں کرتے ہی بنی۔

"اچھا۔!" وہ ہچکچا رہے تھے۔ "تم ٹھیک سے پہنچ جاؤ۔ گی نا؟"

"آف کورس۔ مجھے ایک سال گزرنے کے باوجود چچا کا ایڈریس یاد ہے۔ یہاں سے صرف پندرہ منٹ کی تو واک ہے۔" مبالغے سے کام لیتے ہوئے یوں کہا جیسے گز بھر کے فاصلے پر ہی تو گھر ہے۔

"پر بیٹا! دیکھ بھال کر۔ آجکل حالات بس ذرا ایسے ہی ہیں۔" خان بابا ڈرے ہوئے تھے۔

"ڈونٹ وری خان بابا۔ مجھے کچھ نہیں ہوگا۔ بلیک بیلٹ ہوں کراٹے کی کوئی ایسی ویسی لڑکی نہیں۔ یوں بھی میرے پاس پاپا کی پسٹل ہے۔" اس نے کندھے فخر سے تانے اور سفری بیگ پر ہاتھ مار کر پسٹل کی موجودگی محسوس کرتے ہوئے مضبوط لہجے میں کہا۔

"اچھا بیٹا۔ اللہ کی امان میں۔" خان بابا اس کی باتوں سے خاصے متاثر ہوتے ہوئے بیٹری لے کر قریبی پٹرول پمپ کی طرف چل دیے۔

"تھینک یو خان بابا۔" چند ثانیے جاتے ہوئے خان بابا کو محبت سے دیکھا اور آگے کی جانب قدم بڑھا دیے۔

پنڈی سے اسلام آباد کا بائی روڈ سفر وہ ہزار مرتبہ کر چکی تھی مگر اکثر پاپا ساتھ ہوتے یا پھر عادل بھائی۔ لہٰذا انجوائے کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ وہ دونوں تو ممی سمیت اس بات پر ہی معترض ہوتے تھے کہ آخر اسے اسلام آباد جانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ پاپا کا کراچی میں بہت بڑا لیدر اور کاٹن گارمنٹس کا بزنس تھا، ساتھ میں امپورٹ ایکسپورٹ اور کنسٹرکشن کے علاوہ سائیڈ بزنس بھی عادل بھائی کی مدد سے خوب چلتے تھے۔ پورے یورپ میں ان کی پروڈکٹ کی اپنی ویلیو تھی جسے کوئی چیلنج نہیں کر سکتا تھا۔ جبکہ اسلام آباد میں چچا ایک اعلیٰ سرکاری عہدہ پر فائز اپنے وقار کے ساتھ رہتے تھے۔ غیر ضروری دولت کی ریل پیل تو نہیں تھی البتہ ان کا گھرانہ بھی ایک ویل آف فیملی مانا جاتا تھا۔ مگر پاپا سے پھر بھی کم تھا۔

Scanned with CamScanner

انٹر کے امتحانوں کے بعد وہ پورے چھ ماہ کی چھٹیاں گزارنے اسلام آباد آنا چاہ رہی تھی کہ پاپا اپنے بزنس کے سلسلے میں پنڈی آئے تو اس کی ضد پر اسے بھی ساتھ لے آئے۔ وہ تو اپنے کام میں مصروف ہو گئے اور خان بابا کو اسے اسلام آباد پہنچانے کی ڈیوٹی سونپ گئے۔

اب یہ اس کی خوش قسمتی تھی (بقول اس کے) کہ اسلام آباد پہنچنے کے آدھے گھنٹے بعد ہی گاڑی نے مزید آگے چلنے سے قطعی انکار کر دیا۔ چیک کرنے پر اندازہ ہوا کہ بیٹری ڈاؤن ہو چکی ہے۔ مارے خوشی کے اس کا دل بلیوں اچھلنے لگا۔ فوراً ہی دماغ میں یہ نیا آئیڈیا آگ آیا کہ بقیہ راستے کو انجوائے کرتے پیدل ہی طے کیا جائے۔ مگر خان بابا ماننے کو تیار نہ تھے بالآخر اس کی منتوں سے ہار ہی گئے۔ لہٰذا اب وہ بڑی خوشی سے کندھے پر سفری بیگ لادے مزے سے چلی جا رہی تھی۔

جا بجا بکھرا سبزہ، خوبصورت ماحول اونچا نیچا راستہ سبھی کچھ بے حد خوشگوار محسوس ہو رہا تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی مدھ بھری ہوائیں تھکاوٹ کا ذرہ برابر احساس دل میں جاگزیں نہ ہونے دے رہی تھیں۔ وہ ہنوز تازہ دم تھی۔

سبک رفتاری سے چلتی ہوئی ہوا شرارت سے اس کی زلفوں کو بکھیر رہی تھی جو اسکارف کی قید سے آزاد ہو چکی تھیں۔ قریب ہی پارک کا گیٹ نظر آیا تھا تو وہ بلا توقف اندر چلی آئی۔ صبح کے ساڑھے چھ بجے تھے۔ لہٰذا ماحول اور موسم طلسماتی حد تک حسین ہو رہا تھا۔ ٹریفک اور انسانوں کے بے ہنگم شور سے آزاد پورا شہر جیسے کہر میں ڈوبا اونگھ رہا تھا۔

اس نے اپنے خوبصورت مرمریں پاؤں جوتے کی قید سے آزاد کر کے نرم ملائم گھاس پر رکھ دیے گھاس کی نرمی اور ٹھنڈک نے بے طرح سکون کا احساس اس کے دل میں جاگزیں کر دیا۔ کتنی ہی دیر وہ ماربل کی بنچ پر بیٹھی اس احساس سے سرشار رہی۔

چاروں طرف پھیلی خفیف سی دھند نے حدِ نگاہ تک علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ آسمان پر ہر طرف اودے نارنجی بادل ہواؤں کے دوش پر اڑتے پھر رہے تھے۔ جا بجا کھلے جنگلی پھولوں کی خوشبو نے فضا کو معطر سا کر دیا تھا۔ دیودار چیڑ اور پڑتل کے اونچے اونچے لمبے درخت ہواؤں کے سرگم پر جھومتے اور ان کے پتوں سے سرگوشیاں کرتی مدھر ہوا کتنی خوبصورت تھی۔ قدرتی حسن نے اس کے ذہن کو جکڑ سا لیا۔ اس کے ہاتھ پینٹ کرنے کو مچلنے لگے۔

وہ یونہی مسحور بیٹھی رہی دفعتاً ہلکی ہلکی پھوار نے اسے بھگونا شروع کر دیا۔ چونک کر نظر اٹھائی تو آسمان بدلیوں میں گھرا ہوا تھا۔

اف خدایا۔" اچانک وہ جھرجھری لے کر سیدھی ہو گئی۔ گھڑی پر نظر گئی تو چودہ طبق روشن ہو گئے۔ اسے یہاں بیٹھے پندرہ منٹ سے اوپر ہو چکے تھے۔ جلدی سے پیر جو گرز میں پھنسائے اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"یہاں کا موسم بھی عجیب ہے۔ پل کی خبر نہیں ہوتی۔" اس نے نگاہ اوپر کی اور سوچا۔

"مجھے جلد از جلد چچا کے ہاں پہنچنا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ خان بابا مجھ سے پہلے وہاں پہنچ جائیں۔ اور میری گمشدگی کا اشتہار بھی چھپ جائے۔"

سڑکیں اب بالکل بھیگ چکی تھیں۔ اس نے بیگ سے کیپ نکال کر سر پر جمائی اور پھر چل دی۔

اتنی صبح صبح بھی سفر کرنے کی ضد اس کی تھی بلاوجہ ہی بے چارے خان بابا کو بیچ رات اس کی خاطر بلکہ اس کی ایڈونچرس طبیعت کے باعث یوں ڈرائیونگ کے لیے تیار ہونا پڑا تھا۔ یہ الگ بات کہ راستے بھر ڈرائیونگ اس نے کی تھی۔

چچا جان کے گیٹ تک پہنچتے پہنچتے اسے آدھا گھنٹہ تو لگ ہی گیا۔ دروازہ بند تھا گویا خان بابا ابھی پہنچے نہیں تھے ورنہ تو تمام اہل خانہ اسکا استقبال کرنے گیٹ پر ہی ہونق اور پریشان حال صورتیں لیے کھڑے ملتے۔

اچک کر گیٹ کے اندر جھانکا اور بیل دینے کا خیال آتے ہی وہ رک گئی۔

"مجھے سب کو سرپرائز دینا چاہیے۔" چٹکی بجا کر مسکرائی اور خود کو داد دیتے ہوئے دوبارہ اندر جھانکا پورچ کے پھسلتے فرش کے کنارے کنارے قرمزی گملوں میں موسم کے سارے پھول دھنک رنگ بکھیرے ہے

Scanned with CamScanner

تھے موسم قیامت کی حد تک دلنشیں ہو رہا تھا۔ سیاہ گیٹ کے ستونوں سے پھولدار بیلیں لپٹی تھیں اور سنہری پیتل کی شفاف تختی پر "دانش حسن وِلا" کے نام کے ہجے جگمگا رہے تھے۔ پورچ سے پرے مخملیں گھاس والا کشادہ لان اس کی نظر سے اوجھل تھا۔

بیگ کو مضبوطی سے تھاما اور اچک کر دیوار پر ہاتھ جما دیے۔ ایک پیر دیوار پر متوازی رکھا اور دوسرے کو ڈائریکٹ دیوار کی اس جانب کراس کراتے ہوئے دوسرے ہی لمحے وہ گھاس پر لینڈ کر چکی تھی۔

"مگر یہ کیا؟" دونوں ہاتھ زمین پر رکھے اس کی نظریں دو مردانہ پیروں پر جا ٹھہریں۔

"اگر چچا جان ہوئے تو خیر نہیں۔" جل تو جلال تو کا ورد کرتے ہوئے بمشکل نظر اٹھائی مگر سامنے بیٹھے انجان شخص کو دیکھ کر اعتماد دوبارہ بحال ہو گیا۔

وہ شخص اب تک قدرے حیرانی اور پریشانی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ قدرے مسکرائی اور ہاتھ جھاڑ کر کھڑی ہو گئی۔

اس کی مسکراہٹ موصوف کے چہرے کے تیوروں کو مزید کڑا کر گئی تھی۔

"ہیلو۔" اس نے ہونٹ پھیلاتے ہوئے دوبارہ اڑے ہوئے حواس بحال کرنے کی کوشش کی۔

"آپ کون ہیں محترمہ اور یہاں کیا کر رہی ہیں؟" وہ غصیلے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

"میں کون ہوں؟" اپنی طرف شہادت کی انگلی سے اس نے بڑی حیرانی سے اشارہ کیا اور گردن گھما کر ارد گرد ایسے دیکھا جیسے وہ کسی اور سے مخاطب ہو۔

"میں آپ سے پوچھ رہا ہوں محترمہ۔ آپ کون ہیں؟۔" وہ دوبارہ بڑی خشونت سے مخاطب ہوا تو وہ مزید شوخ ہو گئی۔

"خاصا فلسفیانہ جواب ہے اس سوال کا۔" لان چیئر پر اپنا بیگ ڈالتے ہوئے اس نے سنجیدگی کا لبادہ اوڑھ لیا۔ "آپ کو معلوم ہے کہ ایک مرتبہ خلیل جبران سے بھی کسی نے پوچھا تھا کہ وہ کون ہے اور وہ لاجواب ہو گیا تھا۔ جب اتنا بڑا فلاسفر اس پہیلی کو بوجھ نہ سکا تو بھلا میں آپ کو کیا بتا سکتی ہوں۔" شوخی اس کی آنکھوں سے جھلک رہی تھی۔

سمعان نے حیرت اور تشویش کے ملے جلے تاثرات سے اسے سر تا پا گھورا۔ بلو جینز پر گھٹنوں سے ذرا اونچی پنک ٹی شرٹ میں ملبوس پیروں کو جوگرز میں جکڑے وہ اجنبی لڑکی اسے عجیب مخمصے میں ڈال رہی تھی۔ براؤن بالوں کو اسکارف سے باندھا تھا مگر اب شریر لٹیں آزاد ہو کر چہرہ کا طواف کر رہی تھیں۔

"دیکھو لڑکی! تم اس فضول بکواس کو بند کرو اور فوراً بتاؤ کہ تم یہاں کس غرض سے آئی ہو، تمہارا مقصد کیا ہے؟" اس کی شرارت بھری براؤن آنکھوں میں غصے سے دیکھتے ہوئے وہ غرایا تو وہ بے اختیار ہنستی چلی گئی۔

یوں صبح ہی صبح دیوار پھاند کر آنے والی لڑکی اس گھر کے مکینوں سے تعلق بھی رکھتی ہے وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا لہٰذا بڑی رعونت اور درشتگی سے بولا تھا۔ خشمگیں نگاہوں سے گھورنے کا بھی اثر نہ تھا اس پر۔

"اسٹاپ اٹ۔" اس کی بے تکی ہنسی اسے اشتعال دلا گئی تو وہ تیسے لہجے میں چیخ پڑا۔

"او گاڈ۔" اس کی ہنسی کو سمعان کی کرخت آواز نے بریک لگا دیا۔ بڑی ناگواری سے اسے دیکھا۔ "آپ کو لیڈیز سے بات کرنے کا سلیقہ نہیں آتا۔ کیا کسی نے آج تک آپ کو اتنے مینرز نہیں سکھائے کہ لڑکیوں سے کیسے مخاطب ہوا جاتا ہے۔" چند لمحوں میں اس کے اندر کی ضدی اور غصیلی لڑکی بیدار ہو چکی تھی۔

سمعان گڑبڑا سا گیا۔ کوئی لڑکی کسی اور کے گھر میں اگر اس قدر اعتماد اور غصے کا مظاہرہ ہرگز نہیں کر سکتی تھی جبکہ اسے دیوار کودتے ہوئے بھی رنگے ہاتھوں پکڑ لیا گیا ہو۔

"دیکھو لڑکی! تم ٹھیک طریقے سے اپنا تعارف کرا دو ورنہ میں اہلِ خانہ کو مطلع کرنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔" اس نے بمشکل اپنے پتھریلے لہجے کو نرم بنایا۔

"تو ٹھیک ہے آپ سب کو بلا لیں میں انتظار کر لیتی ہوں۔" وہ دھم سے کرسی پر بیٹھتے ہوئے مزے سے بولی۔

اور اس سے پہلے کہ سمعان کوئی سوال کرتا اندر

Scanned with CamScanner

سے آتی شرمین اسے دیکھ کر خوشگوار چیخ مار بیٹھی۔
"رشی!" دوڑ کر اسے اٹھنے کا موقع دیے بغیر شرمین اس سے لپٹ چکی تھی۔ سمعان نے چند ثانیے حیرانی سے ان دونوں کو یوں ایکدوسرے سے والہانہ انداز میں گلے ملتے دیکھا جیسے صدیوں بعد ملاقات ہوئی ہو۔
"ہائے مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔" شرمین کی بے یقینی اور انبساط نقطہ عروج کو چھو رہا تھا۔
"مگر تم کب آئیں۔ بیل کیوں نہیں دی۔ یہاں کیوں بیٹھی ہو۔" ایک سانس میں کئی سوال کر کے وہ اس کی طرف دیکھنے لگی۔
"وہ میں۔" اس نے شرارت سے سنجیدہ کھڑے سمعان کی طرف دیکھا اور ہنس پڑی۔
"ارے یہ کیا گیٹ پر تو تالا پڑا ہے تم۔" شرمین نے سمعان پر سے نظر ہٹا کر اتفاقاً گیٹ کو دیکھا تو حیران ہو کر بولی۔
"وہ کیا ہے ڈیر کزن کہ میں۔" اس نے خجالت سے سر کھجاتے ہوئے کہنا چاہا اور دیوار کی طرف اشارہ کر دیا جس پر اس کے جوگرز کے نشان بنے ہوئے تھے۔
"کیا؟" شرمین چیخ کر بولی "تم یہ کہنا چاہ رہی ہو کہ تم نے دیوار کراس کی ہے؟" شرمین کی آنکھوں میں حیرت سے زیادہ پریشانی تھی۔ کیونکہ اتنا تو اسے بھی اندازہ تھا کہ رشی سب کچھ کر سکتی ہے۔
"ہاں!" گویا اقرار جرم کیا۔
"مائی گاڈ۔" شرمین نے ہاتھوں میں تھام لیا۔ "اور جو دادی اماں کو پتا چل گیا تو پھر خود ہی نپٹ لینا ان کے غصے سے۔"
"اوہ نو۔" وہ گھبرا گئی "پلیز شرمین تم ان سے کچھ نہ کہنا۔ اور آپ بھی۔" وہ سمعان کی طرف متوجہ ہوئی۔
"جی؟" وہ سنجیدگی سے بولا۔
"آپ بھی پلیز دادی جان کو نہ بتائیے گا کہ میں نے۔"
"کریشن لینڈنگ کی تھی۔" شرمین اسے خفیف دیکھ کر مسکرائی۔ پھر یکدم چونک پڑی۔ "اوہ انٹروڈکشن کرانا تو میں بھول ہی گئی۔ رشی یہ میرے خالہ زاد سمعان گردیزی ہیں اور سمعان بھائی یہ میری سویٹ کزن رشی ہے۔" شرمین نے محبت سے اسے ساتھ لگایا۔
"ہیلو۔" سمعان گردیزی کو رسماً کہنا پڑا۔
"ہیلو۔ میرا نام آرشی ثانیہ حسن ہے۔" اس نے اپنا مرمریں ہاتھ سمعان کی طرف بڑھاتے ہوئے سادگی سے کہا۔
سمعان نے چند ثانیے اس کی آنکھوں میں دیکھا اور دھیرے سے اس کا ہاتھ تھام کر چھوڑ دیا۔
"چلو اب اندر بھی چلو۔ سب تمہیں دیکھ کر خوش ہوں گے۔ تم نے تو اگلے ہفتے کا وعدہ کیا تھا نا۔" شرمین نے قدم آگے بڑھائے۔

پاک و ہند میں یکساں مقبول و معروف شاعر
خمار بارہ بنکوی
کی غزلوں کا مجموعہ
آہنگِ خمار
شائع ہو گیا ہے
بھولے ہیں رفتہ رفتہ انہیں مدتوں میں ہم
قسطوں میں خودکشی کا مزا ہم سے پوچھیے
آغازِ عاشقی کا مزا آپ جانیے!
انجامِ عاشقی کا مزا ہم سے پوچھیے
قیمت 150/- روپے
سول ایجنٹ:-
مکتبۂ عمران ڈائجسٹ، 37، اردو بازار، کراچی
فون نمبر 216361
نوٹ: ایڈوانس 150/- روپے منی آرڈر بھجوانے پر پیکنگ اور ڈاک خرچ بذمہ ادارہ

"ہاں بس پاپا کو اچانک پنڈی آنا پڑا۔" وہ شرمین کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے بولی اور کاریڈور کراس کرتے کرتے آدھی سے زیادہ کارگزاری اس کے گوش گزار کر دی جو کہ فل والیوم پر بولنے کے باعث ان کے پیچھے اندر آتے ہوئے سمعان نے بھی سنی اور بے اختیار سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیل گئی۔

سب لوگ ڈائننگ ہال میں جمع تھے۔ سمعان اندر آیا تو اندر کا نقشہ روز کے مقابلے میں قطعی بدلا ہوا تھا۔ دادی جان اپنی پوتی کو والہانہ انداز میں لپٹائے اسے پیار کر رہی تھیں۔ ناشتہ لگاتی عنبرین بھی وقفے وقفے سے لقمے دے رہی تھی۔ بابر کے چہرے پر بھی شرمین والا ہی خوشی و مسرت کا تاثر تھا۔ آخر وہ بھی تو آرش کا پکا دوست تھا۔ شرمین اور وہ خوب ہی اس سے لڑتیں اور خوب ہی اس سے گاڑھی بھی چھنتی تھی ان کی۔ چچا جان اور چچی بیگم مسکرا رہے تھے۔ طاہر بظاہر اخبار پڑھنے میں مصروف تھا لیکن گاہے گاہے نظر اٹھا کر اسے لاڈ کرتا دیکھتا اور مسکرا کر دوبارہ مطالعے میں گم ہو جاتا۔ بغیر اخبار چائے اسے ناشتہ جو ہضم نہ ہوتا تھا۔

"آخر تمہیں آنے کی اجازت مل ہی گئی۔" بابر نے اسے چھیڑا۔

"بس کیا کہوں۔ اسلام آباد کے حسین موسم اور خوبصورت منظروں نے مجھے صدا دی تو میں چلی آئی۔" وہ حقیقی خوشی سے چہک رہی تھی۔

"گویا تم ہم سے ملنے نہیں آئی ہو؟ بڑے افسوس کی بات ہے۔" عنبرین نے ملامتی نظریں اس پر جمائیں۔

"نہیں بھئی، میرا مطلب تو۔" وہ گڑبڑا گئی۔

"ارے بھئی رہنے دو میری بیٹی کو تنگ نہ کرو۔" دادی اماں نے بروقت اس کی حمایت کی۔ وہ کھلکھلا دی۔ سمعان نے کرسی سنبھال لی۔

"ویسے بیٹا تم آئی کیسے ہو؟" معاً چچا جان کو خیال آیا۔

"جی وہ۔ خان بابا کے ساتھ۔" وہ اٹک گئی شرمین کے چہرے پر بھی ہوائیاں اڑنے لگیں۔ سمعان نے طائرانہ نظر ان دونوں پر ڈال کر چائے کا کپ تھام لیا۔

"خان بابا کہاں ہیں؟" بابر نے ان دونوں کے چہروں سے گڑبڑ اخذ کر لی تھی لہٰذا بڑی سنجیدگی سے جان بوجھ کر پوچھا۔

"باہر ہوں گے۔" اس نے لاپروائی سے نظریں چرا کر کہا۔

"تو بیٹا! انہیں اندر بلانا تھا اس بارش میں وہ باہر بیٹھے ہیں۔"

چچی جان نے شیشے کی طویل دیوار کے پار برستی ہوئی بارش کو دیکھا جو چند منٹوں میں بوندوں سے دھاروں کی شکل اختیار کر گئی تھی۔ ان کی بات پر سب نے سوالیہ نظریں اس پر فوکس کر دیں۔

"جی وہ۔" وہ بے چارگی سے شرمین کی طرف دیکھنے لگی۔

"بڑے افسوس کا مقام ہے آرش تم نے ایک بزرگ کو یوں خوار کر رکھا ہے۔"

بابر نے فوراً ابی جمالو کا کردار ادا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے جلتی پر تیل کا کام کیا۔

"جی نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔" اس نے دانت پیس کر شعلہ بار نظروں سے بابر کے چہرے کو گھورا جس پر شوخی صاف نظر آ رہی تھی۔

"پھر بھی بیٹا تمہیں انہیں اندر لانا چاہیے تھا۔" دادی اماں نے بردباری سے کہا۔

"انہیں میں نے انیکسی کی طرف بھیج دیا ہے۔ آنٹی آپ فکرمند نہ ہوں۔" اس شدید کریٹیکل سچویشن میں سمعان نے ان دونوں پر ترس کھا کر اخبار پکڑتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تو جہاں بابر کے چہرے پر جھنجلاہٹ کے آثار در آئے وہیں آرش اور شرمین نے طویل سانس خارج کرتے ہوئے تشکر سے سمعان کو دیکھا جو ان کی نظروں سے بے نیاز اب طاہر سے مصروف گفتگو ہو چکا تھا۔

"تم کو تو میں دیکھ لوں گی۔" اس نے سب سے نظر بچا کر بابر کی طرف دیکھ کر منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"چلو بیٹا! بہت باتیں ہو گئیں، اب فٹافٹ ناشتہ ختم کرو۔" چچی بیگم نے سب کو ناشتہ کی طرف متوجہ کیا تو وہ سب اپنی اپنی پلیٹوں پر جھک گئے۔

ناشتہ خاصے پرسکون اور خوشگوار ماحول میں ختم ہوا۔ اس دوران شرمین اور بابر کے سوالوں کی زد میں آتے ہوئے بھی مزے سے جیم اور سلائس کے

Scanned with CamScanner

ساتھ انصاف کرتی رہی۔

"بیٹا! شرمین! خان بابا کو ناشتہ دے آؤ پہلے۔ پھر کوئی اور کام کرنا۔" دادی اماں نے اٹھتے ہوئے تنبیہ کی تو شرمین مستعدی سے "جی" کہتے ہوئے باہر کی طرف دوڑ گئی مبادا کہیں بھانڈا نہ پھوٹ جائے۔ وہ تو خیر ہوئی کہ خان بابا گاڑی سمیت واپس آ گئے تھے۔ بیٹری کا مسئلہ بھی حل ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر وہ دادی اماں کے پاس بیٹھ کر انہیں سب کی خیریت سے مطلع کرتی رہی اور وہ چند چیزیں جو اس نے کراچی سے چلتے وقت ان کے لیے لی تھیں ان کی خدمت میں پیش کر کے ڈھیروں دعائیں سمیٹیں۔

"بیٹا ان تمام چیزوں کی مجھے ضرورت نہیں ہوتی بس تم آ جاتی ہو تو آنکھوں میں ٹھنڈک سی پڑ جاتی ہے۔" دادی اماں نے اس کی پیشانی چومی۔

"مجھے معلوم ہے دادی اماں۔ یہ سب تو میں اپنی خوشی کے لیے لاتی ہوں۔" وہ محبت سے بولی۔

"خدا تمہیں خوش رکھے۔" وہ بھی مسکرا دیں۔ "تمہیں دیکھ لیتی ہوں تو تابش حسن کی کمی پوری ہونے لگتی ہے اسے تو شاید ماں کی یاد نہیں آتی۔" ان کا لہجہ شکستہ تھا۔ پاپا کی بے نیازی ان کے دل کا روگ بن گئی تھی۔

"نہیں دادی اماں۔!" وہ محبت سے۔ ان سے لپٹ گئی۔ "پاپا تو آپ کو بہت یاد کرتے ہیں آخر آپ ان کی سویٹ اماں جان ہیں۔"

"جب ہی تو پنڈی آیا اور وہیں سے لوٹ گیا۔" دادی اماں کے جملے میں طنز اور تاسف تھا۔ وہ لاجواب ہو گئی۔

"تو کیا ہوا دادی اماں۔ میں تو آ گئی نا۔ کیا آپ کو میرے آنے کی خوشی نہیں۔" وہ لاڈ سے ٹھنکی۔

"ارے نہیں۔ تو تو مجھے تابش حسن سے بھی پیاری ہے۔ اصل سے سود ہمیشہ پیارا ہوتا ہے۔" وہ آنکھوں میں آئی نمی چھپے دھکیل کر ہنسیں تو وہ خوشی سے سرشار ہو گئی۔

"ہوں تو گویا مکھن بازی ہو رہی ہے۔" طاہر اور سمعان اپنے اپنے آفس جانے کے لیے تیار ہو کر نکلے تو اسے دادی اماں کی گود میں سر رکھ کر باتیں کرتے دیکھا۔

"جی نہیں۔ میں ایسے فضول کام نہیں کرتی۔" اس نے فوراً سر اٹھا کر ناک چڑھاتے ہوئے کہا۔ "آخر آپ بھی تو بابر ہی کے بھائی ہیں نا۔ کیسے نہ مجھ بکر ریمارکس کسیں۔"

"ارے بابا! تم تو ذرا سی بات کا برا مان جاتی ہو۔ میں تو یونہی تمہیں چھیڑ رہا تھا۔" طاہر ہنس کر صوفے پر ٹک گیا۔ "اچھا بولو۔ اتنے دنوں بعد ہمارے غریب خانے پر تشریف آوری ہوئی ہے تمہاری۔ کوئی فرمائش ہو تو کر ڈالو۔" طاہر نے فراخدلی سے پیش کش کی جسے اس نے فوراً قبول کرتے ہوئے عقل کے ہرکارے دوڑانے شروع کر دیے۔

"ارے ہاں۔ میں نے سنا ہے کہ یہاں کی سب سے بڑی آرٹ گیلری میں نمائش لگی ہے۔" خیال آتے ہی اس کی آنکھیں چمک گئیں۔ "پنڈی میں خبر پڑھی تھی۔ بس آپ ہم سب کو وہیں لے چلیے گا۔" اس نے فوراً "جوئے شیر" لانے کی فرمائش کر دی طاہر کو اور باہر لے جانے کے لیے کہنا گویا جوئے شیر لانے کے ہی مترادف تھا۔

"ہرگز نہیں۔" وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیوں نہیں۔" وہ بھی تیزی سے بولی۔

"کوئی اور فرمائش کر لو۔" بے چارگی سے کہا۔

"نو نیور۔ بس آپ ہمیں لے کر چلیں گے۔" وہ ہاتھ اٹھا کر وارننگ دینے کے انداز میں بولی۔ دادی اماں نے بھی حمایت کا موقع ملتے ہی اس کی بات کی تائید کی۔

"لے جانا طاہر بیٹا۔ بہن اتنے دنوں بعد آئی ہے۔ بڑے مان سے فرمائش کی ہے۔ ٹالو مت۔" وہ متفق لہجے میں بولیں تو طاہر نے ہار مان لی۔

"او کے مگر آج نہیں کل یا پرسوں۔" طاہر نے ہاتھ اٹھا کر دو ٹوک لہجے میں کہا تو اس نے بھی احسان جتانے والے انداز میں ہامی بھر لی۔

"چلو طاہر! دیر ہو رہی ہے۔" سمعان جو اب تک خاموشی سے ان کی گفتگو سن رہا تھا بالآخر بول ہی پڑا مبادا وہ کوئی اور کہانی لے بیٹھے۔ آرش نے چونک کر اسے دیکھا۔ ایک دوستانہ سا تاثر اس کے چہرے کا حصار کر گیا۔ آخر کو آج اس نے اسے دادی اماں

Scanned with CamScanner

کی ناراضگی سے بچایا تھا۔

"ہاں ہاں چلو مجھے تو اس فضول لڑکی کی باتوں میں خیال ہی نہیں رہا۔" طاہر فوراً اٹھ کھڑا ہوا — وہ صرف خفگی بھری نظروں سے دیکھ کر رہ گئی۔

"بیٹا! آج تم دونوں ساتھ جا رہے ہو۔" دادی اماں نے طاہر کو سمعان کے ساتھ جاتا دیکھ کر پوچھا۔

"جی دادی اماں! وہ آج میری گاڑی کچھ گڑبڑ کر رہی ہے۔" طاہر نے بتایا۔

"طاہر بھائی! آپ میری گاڑی لے جائیں۔" اس نے فوراً آفر کی۔

"جی نہیں شکریہ۔ کیا پتا کب اس کی بیٹری ڈاؤن ہو جائے۔" طاہر نے ہنستے ہوئے اس پر طنز کیا تو وہ غصیلی نظروں سے انہیں دیکھنے لگی گویا بابر نے انہیں بھی خبر پہنچا دی تھی۔

"بہت ذلیل ہے یہ بابر۔" وہ مٹھیاں بھینچ کر بڑبڑائی۔

"کیا کہہ رہی ہو بچی۔" دادی اماں اس کے پاس چلی آئیں۔

"کچھ نہیں دادی اماں۔ کچھ نہیں۔" وہ بڑی دقت سے مسکرائی۔ اور وہیں سے اٹھ کر بابر کی تلاش میں اس کے کمرے تک آئی مگر وہ گھر سے باہر جا چکا تھا۔

"چچا جان اس کے پاس آئے اور سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہنے لگے۔

"ہاں بیٹا! اب بتاؤ۔ آج کیا کھانا ہے۔ کوئی خاص چیز پسند کرو تو واپسی پر لے آؤں۔"

"ارے چچا جان! میں اب پورے چھ ماہ کے لیے آئی ہوں۔ کوئی مہمان نہیں لہٰذا آپ یہ سوال تو رہنے ہی دیں۔" وہ ہنسی۔

"بھئی میں یہ سوال کسی مہمان سے تو نہیں اپنی بھتیجی سے پوچھ رہا ہوں۔ چلو جلدی سے فرمائش کر ڈالو۔" وہ شفقت سے بولے۔

"ہوں تو گویا آج "فرمائش ڈے" ہے۔" شوخی سے آنکھیں گھمائیں۔

"کہہ دو آرش! آج پپا بڑے موڈ میں ہیں۔" عنبرین نے وارد ہوتے ہوئے جملہ پھینکا۔

"اوکے تو پھر کہیں سے چٹپٹے کباب لے آئیے گا گرما گرم۔" منہ میں آتے پانی کو بمشکل روکتے ہوئے وہ جلدی سے بولی۔

"ایز یو وش ڈیئر۔" چچا جان اس کا گال تھپتھپا کر باہر نکل گئے۔

"کاش پاپا بھی کبھی ایسے ہی مجھ سے بات کرتے۔" یکدم منفی سوچ محرومی کا روپ دھار کر اس کے ذہن پر آ وارد ہوئی۔

"لیواٹ یار۔" خود کو سرزنش کرتے ہوئے کندھے جھٹک کر وہ عنبرین کے ساتھ کچن کی طرف بڑھ گئی۔

وہ دونوں کے ساتھ مل کر دوپہر کے کھانے کا مینو ترتیب دینے لگی۔ رشیداں سے زبردستی چھری لے کر پیاز کاٹنے کی کوشش میں آنکھیں سرخ انگارہ ہو گئیں مگر وہ لگی رہی۔

"یہ بابر فسادی کہاں ہے؟"

"آج کل اپنے دوست کے ساتھ کمبائن اسٹڈی کرتا ہے۔ دونوں سی ایس ایس کا امتحان دے رہے ہیں نا۔" عنبرین نے اس کی معلومات میں گراں قدر اضافہ کیا۔

"اچھا۔" اس نے سوں سوں کرتے ہوئے دل ہی دل میں اسے ڈھیروں گالیوں سے نوازا۔

"کیوں خیریت تمہارے تیور اس قدر منتقمانہ کیوں لگ رہے ہیں۔" عنبرین نے اسے بغور دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"خار گاڈ سیک عنبرین آپی۔ اتنی ہارڈ اردو نہ بولا کریں میرے سر پر سے گزر جاتی ہے۔" وہ بے بسی سے بولی۔ قصور اس کا بھی نہیں تھا۔ بچپن میں کانونٹ میں پڑھا مگر جلد ہی اس کی اوٹ پٹانگ حرکتوں کے باعث پاپا نے اسے واپس کراچی بلا لیا۔ وہاں کے بھی اچھے کالج میں تعلیم حاصل کی تو اردو تھوڑی سی کمزور ہو گئی تھی۔ جسے وہ دور کرنے کی پوری کوشش کرتی تھی۔

"بھئی میرا مطلب تھا کہ آخر بابر سے ایسا کیا قصور سرزد ہوا ہے کہ تم دل ہی دل میں اسے کوس رہی تھیں۔" عنبر نے تشریح کی۔

"اس کمینے نے طاہر بھائی کو بھی بیٹری ڈاؤن ہونے کا بتا دیا ہے اور مجھے تو لگتا ہے کہ وہ دادی اماں کو بھی بتائے بغیر چین سے نہیں بیٹھے گا۔" اس نے

Scanned with CamScanner

پیاز کاٹ کر شرمین کو تھمائی۔

"نہیں خیر! ایسا تو وہ تمام عمر نہیں کر سکتا۔ آخر کو چھ ماہ تم نے ادھر ہی رہنا ہے۔" شرمین نے سادگی سے کہتے ہوئے چولہا جلایا تو وہ عنبر کی طرف دیکھ کر مسکرا دی۔

دونوں بہنوں کے لیے وہ سندھی کڑھائی کے گلے، گج اور بلاک پرنٹ کے سوٹ پیس کے علاوہ تھوڑی بہت ٹریڈیشنل جیولری بھی لائی تھی جسے انہوں نے بخوشی قبول کر لیا تھا۔ دوپہر کے کھانے پر وہ تینوں دادی اماں اور رضی بیگم ہی تھیں۔

کھانے کے بعد اناج کا نشہ اور سفر کی تھکن غالب آگئی، وہ ان دونوں کے ساتھ لونگ روم میں ہی باتیں کرتے کرتے کشن سر کے نیچے رکھ کر سو گئیں۔ دادی اماں اور رضی بیگم اپنے اپنے کمروں میں آرام کر رہی تھیں۔ ٹی وی پر جو پھوپھو کے بڑے بیٹے کی شادی کی مووی لگی تھی وہ ہنوز چل رہا تھا جبکہ وہ تینوں نیند کی حسین وادیوں میں گم ہو چکی تھیں۔

سمعان نے کمرے میں قدم رکھا تو ٹی وی پر شوں شاں کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ کیسٹ ختم ہو چکا تھا لہٰذا اب اسکرین پر ننھے منے نقطے شور مچا رہے تھے۔ عنبرین کے کندھے پر سر رکھے شرمین اور شرمین کے برابر میں وہ سو رہی تھی۔ چہرہ ایک طرف کو ڈھلکا ہوا تھا، جس پر براؤن گھونگھریالے بال یوں ہی لٹوں کی صورت اڑتے بکھر رہے تھے۔

سمعان نے آگے بڑھ کر ٹی وی آف کیا اور عنبرین کو آوازیں دے کر جگایا۔ ساتھ میں وہ دونوں بھی مندی مندی آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگیں اور حواس قابو میں آتے ہی جلدی سے اٹھ بیٹھیں۔

"پلیز ایک کپ چائے بنا لاؤ فٹافٹ۔" سمعان نے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے شرمین کو حکم سنایا تو وہ اپنا گفٹ سمیٹ کر اٹھالے گئی۔

"توبہ کس قدر بے خبری کی نیند آئی تھی ہمیں۔" وہ جمائیاں لیتی شرمین کے پیچھے ہی کچن میں چلی آئی اور منہ پر ٹھنڈے پانی کے چھپکے مارتے ہوئے بولی۔

"ہوں۔ آج تمہارے پوستی پن کے باعث ہم دونوں بھی سو گئے۔" شرمین نے کہا۔

"کیا۔؟" وہ غرائی مگر رضی بیگم کی آمد پر بقیہ غصہ کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھا۔

رات کو چچا جان حسبِ وعدہ چھتر کباب لے آئے تھے جسے سادہ پلاؤ اور فروٹ ٹرائفل کے ساتھ نوش کرتے ہوئے وہ بہت خوش تھی۔ پاپا نے فون پر اس کی خیریت بھی معلوم کر لی تھی دوسرے خان بابا گاڑی اس کے حوالے کر کے واپس چلے گئے تھے۔

بابر سے اس روز اچھی خاصی جھڑپ ہو گئی تھی اس نے اس کے لیے لایا ہوا گفٹ ابھی تک اپنے ہی قبضے میں کر رکھا تھا۔ بہرحال دوسرے دن اس کا غصہ پچھلی رات کے ساتھ ڈھل گیا تھا۔ سو اس نے اس کے لیے لائی ہوئی ٹائی اور دو ٹی شرٹس نکال لیں۔ ابھی اس کے کمرے کا رخ کر ہی رہی تھی کہ لونگ روم میں سمعان کو کسی کتاب میں غرق دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ ایک نظر بابر کے لیے لیے گئے گفٹس کو دیکھا اور دل ہی دل میں فیصلہ کرتے ہوئے دروازہ پر دستک دے کر اندر چلی آئی۔

"ہیلو۔ میں نے ڈسٹرب تو نہیں کیا؟" وہ مسکراتے ہوئے اس کے سامنے چلی آئی۔

"جی نہیں تو۔" کتاب سے نظر ہٹاتے ہوئے سمعان نے رسماً کہا۔

"میں آپ کا شکریہ ادا کرنا چاہ رہی تھی۔" وہ سامنے والے صوفے پر بیٹھتے ہوئے دوستانہ لہجے میں بولی۔

"مگر کیوں؟" وہ بڑی متانت سے سوالیہ ہوا۔

"ارے آپ بھول گئے۔" وہ حیرانی سے گویا ہوئی۔ "بھئی کل آپ نے مجھے دادی اماں کی زبردست ڈانٹ سے بچایا جو تھا۔"

"اوہ اچھا۔" وہ مسکرایا۔

"یہ میری طرف سے آپ کے لیے ہے۔" اس نے ڈبہ اس کی طرف بڑھایا۔

"یہ کیا ہے۔؟" حیرانی سے اسے دیکھا۔

"یہ گفٹ ہے۔" بے نیاز سا جواب ملا۔

"مگر یہ میں کیوں لوں۔؟" سمعان دوبارہ سنجیدہ

Scanned with CamScanner

ہو گیا تھا۔
" اس لیے کہ میں دے رہی ہوں۔" اس کا انداز سادہ تھا۔
" مگر مجھے یوں ہر کسی سے تحفے بطور نے کی عادت نہیں۔" وہ یکدم سخت ہو گیا۔
" تو میں کوئی "ہر کسی" تو نہیں۔ میں عنبرین اور شرمین کی کزن ہوں اور آپ ان کے کزن ہیں اس لحاظ سے ہمارا تعلق تو ہوا ناں ویسے بھی خلوص سے دیے گئے تحفے کو ٹھکراتے نہیں۔" اس نے رسان سے کہہ کر اصرار کیا۔
" اب آپ بھی یہاں ہیں اور میں بھی۔ ہم اچھے دوست بن سکتے ہیں اور میری طرف سے یہ ابتدا ہے۔" اس نے ہاتھ آگے بڑھایا۔ "یوں بھی کسی عقلمند نے کہا ہے کہ — خلوص و محبت ہی دوستی کی بنیاد ہوتی ہے۔" وہ دوستی کے بارے میں بے لاگ تبصرہ کرتے ہوئے بڑی متین لگ رہی تھی۔
سمعان متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکا اور مسکرا کر گفٹ تھام لیا۔ آرش کے لبوں پر بھی دل آویز تبسم پھیل گیا۔
" تھینک یو۔" سمعان بولا۔
" سیم ٹو یو۔" ہنسی کی جلترنگ بجاتی وہ باہر کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔
" عجیب لڑکی ہے۔" اس کے جانے کے بعد وہ سوچے بنا نہ رہ سکا۔ کل کی پہلی ملاقات والا تاثر قدرے زائل ہو چکا تھا۔
اس نے کمرے میں جھانکا، بابر غائب تھا۔ وہ اسے تلاش کرتی لاؤنج میں نکل آئی جہاں وہ دونوں بھی موجود تھیں۔
" لو بابر! تمہارا گفٹ۔" اس نے ٹی شرٹس کا شاپر اس پر اچھال دیا۔
" بہت شکریہ۔ اس احسان کا اگر آپ یہ عنایت نہ کرتیں تو میں بھوکوں مر جاتا۔" وہ جلا بھنا بیٹھا تھا۔
" ارے بس ذرا سی بات پر روٹھ گئے۔ بھئی میں نے صرف تمہاری بائیک کا ٹائر ہی تو فلیٹ کیا تھا ناں کوئی جائیداد تو ضبط نہیں کی تمہاری۔"
" بہت فضول لڑکی ہو تم۔ میں سمجھا تھا کہ ایک سال اپنی ممی کی سخت گیر نگرانی میں رہ کر ٹھیک ہو گئی ہو گی مگر تمہاری مثال تو واقعی اس دم کی طرح ہے جسے بارہ برس بھی نالی میں رکھا جائے تو ٹیڑھی ہی نکلے گی۔"
بابر کا غصہ ساتویں آسمان کو چھونے کی سعی کر رہا تھا۔ اسے ارجنٹ اپنے دوست کو لے کر کہیں جانا تھا جو آرش کے انتقام کے باعث التوا میں پڑ گیا تھا۔
" بھئی، ہم مستقل مزاج لوگ ہیں۔" اس نے ہنستے ہوئے گردن اکڑائی۔
" مستقل نہیں بلکہ منتقم مزاج کہو۔" وہ تپ کر پھر بولا۔
" چھوڑو، جانے بھی دو بابر! کب تک غصہ کرو گے۔" عنبرین نے اسے ٹھنڈا کرنا چاہا جبکہ وہ کان لپیٹے چیونگم کا ریپر اتار کر اسے منہ میں منتقل کر رہی تھی۔
بابر نے خشمگیں نگاہوں سے اسے گھورا اور شاپر میں جھانک کر مسکرا دیا۔ دونوں ٹی شرٹس اس کے پسندیدہ رنگ کی تھیں۔ لمحوں میں غصہ دودھ کے ابال کی طرح بیٹھ گیا۔ آرش کو اس کی پسند کا کتنا خیال تھا۔
" چلو جاؤ معاف کیا۔" حاتم طائی کی قبر پر لات مارتے ہوئے وہ لٹھ مار لہجے میں بولا اور دوبارہ کتاب میں غرق ہو گیا۔
وہ تینوں جلد ہی اسے بھول کر اپنی باتوں میں گم ہو چکی تھیں۔ جانے کہاں کہاں کی باتیں اب بھی باقی تھیں۔ بابر باوجود پورا دھیان کتاب کی طرف منتقل کرتے ہوئے بھی ناکام ہو کر جھلا گیا۔ ان تینوں کا فل والیوم ریکارڈ چل رہا تھا۔
" پلیز لیڈیز! آپ لوگ ذرا اپنے کمرے میں چلی جائیں اور مجھے پڑھنے دیں۔"
" اتنے ہی پڑھاکو ہو تو اپنے کمرے میں کیوں نہیں جاتے۔" شرمین نے گھور کر پوچھا۔
" یہ میرا ذاتی معاملہ ہے، تم اپنی شکل گم کرو۔" وہ مشتعل ہوا۔
" ویسے ایک بات تو بتاؤ بابر! آخر پڑھ لکھ کر تم نے کیا کر لینا ہے۔" آرش نے بڑی سنجیدگی سے استفسار کیا۔

Scanned with CamScanner

"مائی ڈیر کزن! سی ایس ایس کر کے جب میں بڑی سی کار میں آؤں گا نا تو سب سے پہلے تم ہی جیلس ہو گی۔" وہ اکڑا۔

"جی نہیں۔ میرا ٹیسٹ اس قدر برا نہیں کہ تم سے جلوں۔ ویسے بائی دا وے بیوروکریٹ بن کر تمہیں کون سا قلعہ فتح کرنا ہے جو یوں کتابی کیڑا بنے ہوئے ہو۔" وہ کل سے اسے ایک ہی پوز میں دیکھ دیکھ کر بور ہو چکی تھی۔

"یوں تو بہت سے کام ہیں مگر سب سے پہلے تمہیں تمہارے کالے دیو کے چنگل سے نجات دلاؤں گا۔" وہ غیر متوقع طور پر کچھ اس انداز سے بولا کہ وہ قہقہہ لگانے پر مجبور ہو گئی۔

سمعان نے اندر آتے ہوئے اسے حیرت سے دیکھا۔ طاہر بھی یوں ہی مسکرا دیا۔ اس کی ہنسی ہی اس قدر جاندار تھی کہ بابر جھینپ گیا اور جلد ہی جلاہٹ کا شکار ہونے لگا۔

"بس اب چپ بھی کرو۔" عنبرین کے ٹوکنے پر وہ بمشکل ہی خاموش ہوئی۔

"ویسے بابر! بڑے افسوس کی بات ہے بھلا انہوں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے جو یوں نام رکھ رہے ہو ان کا۔" آنکھوں میں آیا پانی انگلی کی پور سے چنتے ہوئے وہ ملامتی انداز میں بابر کو گھورنے لگی۔

"بھئی، بگاڑا تو میرا کچھ نہیں البتہ تمہاری زندگی کا ضرور حشر بگڑ جائے گا۔" وہ بڑی سنگدلی سے پُریقین لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"ارے تم تو بددعائیں دینے لگے۔" وہ ہنسی۔

"ویسے آرش! تم نے یہ رشتہ کیوں قبول کر لیا۔ کتنا ایج ڈفرنس ہے تمہارا اور میر جلال شاہ کا۔" عنبرین نے تاسف سے کہا۔ سمعان کی سماعتیں میر جلال شاہ کے نام پر چونک گئیں۔

"اب ایسا بھی کوئی خاص فرق نہیں۔" وہ لاپروائی سے بولی اور بائیں ہاتھ کی انگلی میں پڑی ڈائمنڈ رنگ بے خیالی میں گھمانے لگی جو ممی کے حکم پر مستقل پہننی پڑتی تھی۔

"کم از کم بیس سال تو بڑے ہوں گے وہ تم سے۔" شرمین کے لہجے میں بھی دکھ تھا۔

"سو واٹ یار۔ ہوتا ہے، ہوتا ہے۔" وہ لہجے کو لاپروا بنانے میں صد فی صد کامیاب تھی۔

"پھر بھی آرش! تمہیں دکھ نہیں ہوتا۔" بابر بڑی سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

"کس بات پر؟" اس نے سادگی سے سر اٹھایا۔

"اسی حقیقت پر کہ تابش انکل نے تمہیں اپنے سے دگنی عمر کے شخص سے منسوب کر دیا ہے۔" عنبرین بڑی آزردگی سے کہہ اٹھی۔

"یہ حقیقت ہے ڈیر عنبر اور دکھ حقیقتوں سے نہیں بلکہ خوابوں سے ملتے ہیں۔ اور میں ایک پریکٹیکل قسم کی لڑکی ہوں۔ سو یہ سب کچھ سوچتی ہی نہیں۔" وہ غایت درجے — اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے آہستگی سے بولی۔

"پھر بھی آرش! تمہیں کچھ سوچنا تو چاہیے تھا۔" بابر بھی اب متاسف نظر آ رہا تھا۔

"ہمارے گھر میں سوچنے سمجھنے کی ذمہ داری ممی پاپا نے اٹھا رکھی ہے اور ہمارا کام ہے صرف عمل کرنا، سو ہم بخوشی و رضا ان کا حکم بجا لاتے ہیں۔" وہ مسکرائی۔

"کیا انہوں نے تم سے پوچھا بھی نہیں؟" عنبرین تحیر بھرے دکھ سے پوچھنے لگی۔

"نہیں۔"

"اور تم نے انکار بھی نہیں کیا۔" شرمین کو غصہ آ گیا۔

"بھئی، ڈیر کزنز انکار و اقرار کا مرحلہ تو اس وقت آتا جب کوئی مجھ سے میری رضامندی دریافت کرتا اور چونکہ اس سارے پروسس میں ایسا کوئی مرحلہ آیا ہی نہیں لہٰذا میری رائے مجھ تک ہی محفوظ رہ گئی۔"

اس کے نارمل انداز پر ان تینوں نے بے یقینی سے اس کے چہرے کو دیکھا جس پر بڑے عام سے تاثرات تھے جیسے یہ تمام گفتگو اس سے متعلق ہی نہ ہو۔

"مگر انکل نے ایسا کیا کیوں؟ سمجھ میں نہیں آتا۔" عنبرین اب تک اسی گتھی کو سلجھانے میں لگی تھی۔

"یہ "بزنس ورلڈ" کی باتیں ہیں ڈیر! تمہاری سمجھ میں

Scanned with CamScanner

میں نہیں آئیں گی۔ میرا خیال ہے کہ میری انگیجمنٹ پاپا کے کسی کاروباری معاہدے کا کوئی کلاز ہی ہے، لہٰذا تم اپنی سمجھ اور فراست اس پر ضائع نہ کرو۔" وہ بڑے خلوص سے مشورہ دے رہی تھی۔

"اولاد بزنس کا کوئی حصہ نہیں ہوتی رشی کہ اس کا لین دین کر لیا جائے۔ اس کے مستقبل کا فیصلہ محبت اور خلوص سے کیا جاتا ہے۔"

"آف کورس۔" عنبر کی بات پر اس نے تائیدی انداز میں سر جھٹکا، "مگر ہمارے پاپا کی قسم کے لوگ اپنی اولاد کی بہتری کو بھی اپنے کاروبار کا نفع سمجھ کر ٹریٹ کرتے ہیں۔ اس میں ان کا قصور نہیں، شاید تمام دولت مند لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔"

گود میں کشن رکھ کر وہ اتنی سنجیدگی اور قدرے سنگدلی سے کہہ رہی تھی کہ کمرے میں موجود پانچوں نفوس لمحے بھر کے لیے سن ہو کر رہ گئے۔

"ویسے میر جلال شاہ کافی سوبر شخص ہیں، ان کی ہی سفارش پر پاپا نے مجھے میڈیسن پڑھنے کی سزا سے آزاد کر دیا ہے۔" پتا نہیں وہ اتنی مطمئن تھی بھی کہ نہیں جتنا کہ لگ رہی تھی۔

"اور اس ذرا سی سفارش پر آپ اپنا آپ قربان کرنے کو تیار ہو گئیں۔" بلا ارادہ ہی سمعان کے لبوں سے یہ فقرہ پھسل گیا۔ ایک ثانیے کے لیے آرش حسن کی نگاہیں اس پر جم گئیں مگر اگلے ہی لمحے وہ اپنی مخصوص مسکراہٹ لبوں پر سجائے کہہ رہی تھی۔

"بعض فیصلے تقدیر کے ہوتے ہیں۔ ہم انسان صرف انہیں قبول کر سکتے ہیں اور اگر قبول نہ بھی کرنا چاہیں تب بھی ہمیں ان تمام فیصلوں کا تابع ہو کر ہی زندگی گزارنی پڑتی ہے۔" اس کے لہجے کی گہرائی اور سنجیدگی خلاف توقع تھی۔ "تو پھر جب سر جھکانا ہی ٹھہرا تو احتجاج کرنے کا فائدہ۔"

ذہانت سے بھرپور براؤن آنکھوں میں لو دیتے سوال سب کو لاجواب کر گئے۔ بابر نے کچھ کہنا چاہا مگر سمعان کی موجودگی کا خیال کر کے جو کہ اسے بڑی دیر بعد آیا تھا، چپ ہو گیا۔ سمعان کی نگاہوں میں قائل نہ ہونے کی واضح تحریر موجود تھی۔

"تمہیں اندازہ ہے کہ تابش انکل کے اس فیصلے سے وادی اماں کس قدر ہرٹ ہوئی ہیں۔" عنبر نے نیا نکتہ اٹھایا۔

"ہاں۔ جانتی ہوں۔ جب ہی انہوں نے وہ تمام تصویریں واپس بھجوا دیں جو پاپا نے انگیجمنٹ والے دن کھنچوائی تھیں۔" وہ ہنوز مطمئن تھی جب کہ وہ سب اس کے طمانیت بھرے لہجے میں کسی دکھ یا پچھتاوے کی پرچھائیں تلاش کرنے میں کوشاں تھے کسی تاسف کی ہلکی سی جھلک یا آزردگی اخذ کرنے کے تمنائی، تاکہ اس کی جانب سے اسٹینڈ لے سکیں۔

مگر اس کے خوبصورت اور دلکش چہرے پر ازلی سکون حکومت کر رہا تھا۔ آنکھوں کے کنول کٹورے ویسے ہی مسکرا رہے تھے۔

"ہاں انہیں اس بات کا بے حد قلق ہے انہوں نے تو ہمیں بھی تصویریں دیکھنے نہ دیں۔" شرمین نے بتایا۔

"اچھا۔!" وہ حیران ہوئی، "تم مجھے پہلے بتاتیں میں ساتھ لے آتی۔" وہ سادگی سے کہہ گئی۔

"جی نہیں ہمیں کوئی شوق نہیں کالے پانی کی سزا کے منظر کو دیکھنے کا۔" بابر نے فوراً کاٹ دار لہجے میں کہا۔

ے "ہم بھی دشمن تو نہیں ہیں اپنے۔
غیر کو ہم سے محبت ہی سہی"

وہ چڑانے کو ترنم سے شعر پڑھنے لگی۔

"غلط۔ بالکل غلط شعر پڑھا ہے تم نے۔" طاہر سے ضبط نہ ہو سکا۔

"بھئی اچھا شعر وہی جو سچویشن پر پورا اترے اور میں نے ایسا ہی شعر پڑھا ہے۔" وہ فوراً اڑ گئی، ہاتھ اٹھا کر دو ٹوک لہجے میں کہا۔

"تم موضوع کو بدلو مت آرش۔" عنبرین نے سنگدلی کی حد کر دی، دوبارہ اسے ان ہی کانٹوں پر گھسیٹنے لگی۔

"اوکم آن ڈیئر۔ چھوڑو بھئی۔" وہ بے زار نظر آنے لگی، "وہ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ
ے وہ جو مل گیا اسے یاد رکھ، جو نہیں ملا اسے بھول جا۔ سو میں بھی بھول گئی۔"

"واہ واہ مکرر ارشاد۔" شرمین نے فوراً موضوع

Scanned with CamScanner

سے ہٹنا چاہا، بڑے دل سے داد دی۔ جسے آرش نے کالر کھڑکاتے ہوئے بڑی انکساری سے قبول کیا اور مصرعہ ایک مرتبہ پھر پڑھ کر سنایا۔ وہ سب ہنسنے لگے۔ البتہ سمعان بڑی سنجیدہ اور گہری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"ویسے آج کل تم کیا پڑھ رہی ہو آرش؟" طاہر نے متاثر ہوتے ہوئے سوال کیا۔

"اردو شاعری۔" فخر سے جتایا۔ انداز شاہانہ تھا۔

"لگ رہا ہے۔" بابر نے ہونق پن سے سر ہلایا۔

"ویسے اردو ادب پر یہ برا وقت بھی آنا تھا مجھے معلوم نہ تھا۔" شرمین اپنے موڈ میں لوٹ آئی تھی۔

"برا وقت کبھی بتا کر نہیں آتا ڈیر۔" وہ ڈھٹائی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے ہنسی۔

"ہاں، جیسے کل تم بن بتائے کریش لینڈ کر گئیں۔" عنبر نے بھی حصہ لیا تو وہ خفیف سی ہو گئی سمعان کی طرف نظر گئی تو اسے ہنوز سنجیدگی سے کچھ سوچتا پایا۔

"اچھا اب کل مجھے پھوپھی بیگم کی طرف جانا ہے انہیں پتا چلا کہ مجھے یہاں آئے دوسرا دن ہے تو سخت خفا ہوں گی۔" وہ سب کی طرف متوجہ ہوئی اور نظریں سمعان کے سراپے سے ہٹالیں۔

"ہاں۔!" ان چاروں نے بیک وقت تائید کی۔

"اوکے۔ کل چلیں گے۔" اس نے فیصلہ کن لہجے میں کہتے ہوئے ٹی وی آن کر دیا۔ ذرا دیر میں وہ سب ادھر ادھر ہو گئے تھے۔ اور سمعان اپنے کمرے میں آکر بھی سوچتا رہ گیا کہ آخر آرش حسن ہے کیا؟ پرت در پرت کھلنے اور اپنے دل کا حال کسی سے بھی نہ کہنے والی۔ حقیقتوں کا سامنا کرنے اور سچائیوں کو قبول کرنے والی مضبوط اور گہری لڑکی۔ کسی پاتال کی مانند سمندروں کے گہرے پانیوں کی طرح۔ کسی سیپ کی صورت۔ اپنے اندر صدف رکھتے ہوئے بھی ساکن اور چپ تھی۔

جانے وہ واقعی پتھر تھی یا پتھر بننے پر مجبور ہو گئی تھی۔ زندگی کی برہنہ تلخیوں نے شاید اسے پتھر کا بنا دیا تھا۔ اسے اپنی اصلی حالت میں واپس لانے کے لیے کسی اسم کی ضرورت تھی۔ کسی طلسماتی چھڑی کی جو فی الوقت کسی کے بھی پاس نہ تھی۔

وہ منتظر تھی کہ دادی اماں اس سے میر جلال شاہ کے بارے میں کچھ استفسار کریں اور وہ انہیں مطمئن کرنے کے لیے ترتیب شدہ جملوں کو ان کے سامنے دہرا دے مگر اس کا موقع ہی نہیں آیا شاید پاپا کا یہ جملہ کہ "میری اولاد کے بارے میں فیصلہ کرنے کا حق صرف مجھ کو ہے۔" انہیں بہت زیادہ ہرٹ کر گیا تھا جب ہی تو اسے دکھ سے دیکھتے ہوئے بھی وہ کوئی سوال لب پر نہ لاتی تھیں۔

دوسرے روز حسب پروگرام وہ تینوں شام کو جانے کے لیے تیار ہو چکی تھیں۔ دادی اماں اور چچی بیگم کے علاوہ سب کو جانا تھا بلکہ یہ آرش کی ہی ضد تھی کہ سب چلیں گے۔ وہ لوگ طاہر کا انتظار کر رہے تھے کیونکہ دادی اماں نے اس کی ہی ڈیوٹی لگائی تھی۔

وہ باہر نکلی تو سمعان کو ایزی چیئر پر جھولتے ہوئے نیوز سنتا دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

"ارے آپ تیار نہیں ہوئے؟" وہ کچھ حیرانی سے استفہامیہ نظریں اس پر فوکس کرتے ہوئے قدرے جھلا کر بولی۔

"نہیں۔" وہ اسکرین پر نظریں جمائے جمائے بولا۔

"کیوں؟" پھر سوال۔

"آپ اپنی پھوپھی کے یہاں جا رہی ہیں میرا وہاں کیا کام۔" سمعان نے رسان سے کہا۔

"سو واٹ۔ ہم وہاں سے آرٹ گیلری بھی جائیں گے۔" ترکی بہ ترکی کہا۔

"مگر میرا موڈ نہیں۔" اس نے جان چھڑانی چاہی۔

"آپ خاصے بور شخص ہیں۔" دونوں ہاتھ سینے پر لپیٹتے ہوئے اس نے صاف گوئی سے اظہارِ رائے کیا۔

"یہ بور نہیں بہت عقل مند ہے جب ہی تمہارے ساتھ نہیں جا رہا۔" طاہر کمرے سے برآمد ہوتے ہوئے فوراً بولا۔

"ویسے بقول والیٹر جو لوگ محض عقل مند ہوتے ہیں، وہ خاصی قابلِ رحم زندگی بسر کرتے ہیں۔"

Scanned with CamScanner

اسے شاید بلا سوچے سمجھے بولنے کا خفقان تھا۔
"جی نہیں۔" بابر بوتل کے جن کی طرح حاضر ہوا۔
"ہمارے کزن کے ساتھ ایسا کوئی مسئلہ نہیں ان کی زندگی قابلِ ذکر ہی نہیں بلکہ قابلِ فخر بھی ہے۔" وہ چونکی۔
"تم ہمیشہ بحث برائے بحث کرتے ہو اور فی الوقت میرا ایسا کوئی موڈ نہیں۔" وہ برا سا منہ بناتے ہوئے بولی۔ سمعان نے خاموش نظروں سے اسے دیکھا اس کی رائے پر بھی کچھ نہ کہا۔
"ویسے یار! تم بھی چلتے تو اچھا ہوتا۔ میں بھی بور ہونے سے بچ جاتا۔" طاہر نے اسے ٹک اپ کیا۔
"مجھے کچھ آفس کا کام مکمل کرنا ہے ورنہ ضرور چلتا۔" وہ معذرت کے انداز میں بولا۔
"کام واپسی کے بعد بھی ہو سکتا ہے مگر آپ ہمیں جوائن ہی نہیں کرنا چاہ رہے۔" وہ سنجیدگی سے اس کو دیکھتے ہوئے بولی۔ "شاید میری موجودگی آپ کو پسند نہیں آئی، اسی لیے جب سے میں آئی ہوں آپ بہت ریزرو ہو گئے ہیں جبکہ شرمین کی اطلاع کے مطابق آپ خاصے فرینڈلی ہوا کرتے تھے اور یہ شاید دو دن پہلے تک کی بات ہے۔" سمعان اس کی صاف گوئی پر جلبلا سا گیا۔ شرمین اور عنبرین بھی جز بز ہو رہی تھیں۔
"ایسی کوئی بات نہیں۔ آپ کو یقیناً غلط فہمی ہوئی ہے۔" اس نے سچائی سے یقین دلایا۔
"کبھی کبھی چپ بھی ہو جایا کرو آرش۔" شرمین نے اس کے بازو میں چٹکی کاٹی۔
"نہیں انہیں کہنے دو شرمین میں ایسی باتوں کا برا نہیں مانتا۔" وہ بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔
"میرا نہیں خیال کہ میں نے ایسی کوئی غلط بات کہی ہے۔" وہ اپنی جگہ پر اعتماد تھی۔
"ان فیکٹ میں بہت ہی آؤٹ اسپوکن قسم کی لڑکی ہوں۔ شاید منہ پھٹ بھی اچھے لفظوں میں مجھے صاف گو بھی کہا جا سکتا ہے۔ سو جو محسوس کیا وہ کہہ ڈالا۔" کندھے اچکاتے ہوئے وہ بڑے اعتماد کے ساتھ سمعان سے مخاطب تھی۔
"مجھے آج واقعی کچھ کام ہے۔ آج کے بعد انشاء اللہ میں ہر پروگرام میں آپ سب کو کمپنی دوں گا۔" یہ آرش کی صاف گوئی تھی یا خلوص کہ وہ مسکراتے ہوئے وعدہ کر گیا، بلکہ آرش کی زیرک نگاہوں کا بھی قائل ہو گیا جس نے اسے اندر سے پڑھ لیا تھا۔
"اوکے۔!" وہ مسکرا دی۔
"اب چلو۔" عنبرین نے اسے ہلکا دیا۔ وہ سب باہر نکل آئے۔
"توبہ کس قدر بولتی ہو تم آرش۔ سمعان بھائی کو بھی زچ کر دیا آج تو۔" گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے شرمین نے رائے زنی کی۔ "تم جانتی ہو کتنے ریزرو بندے ہیں وہ۔" عنبرین بھی بولی۔
"چلو اچھا ہی ہوا ان کی بھی برین واشنگ ہو گئی آج۔ انسان کو تھوڑا بہت تو بولنا ہی چاہیے نا۔ یہ کیا کہ گن گن کر لفظ ادا کرے جیسے اس کے بھی دام چکانے ہوں۔" وہ اپنی کارگزاری پر مسرور تھی سو ان کی باتوں کو ٹالتی اندر بیٹھ گئی۔
پھوپھو بیگم کے یہاں اسے ہمیشہ کی طرح بہت مزا آیا ان کا چھوٹا پوتا تو اسے جی جان سے بھا گیا وہ اور شرمین اسی کے ساتھ لگی رہیں۔ پھوپھو بیگم کی کوئی بیٹی تو تھی نہیں دو بیٹے ہی تھے جن میں سے ایک شادی شدہ اور دوسرے عنبرین سے حال ہی میں منسوب ہوئے تھے۔ اور چونکہ زبیر بھائی آج کل اسلام آباد سے باہر گئے ہوئے تھے لہٰذا عنبرین کو ان کے گھر آنے کی اجازت مل گئی تھی۔ وہیں ان سب کو یہ اطلاع بھی ملی کہ زبیر ایف آر سی ایس کے لیے جلد ہی انگلینڈ جانے والے ہیں۔ سو سب ہی تھوڑے افسردہ اور کسی حد تک خاموش ہو گئے۔ واپسی بہت دیر سے ہوئی لہٰذا وہ سب آکر بغیر کوئی تبصرہ کیے اپنے اپنے کمروں کو سدھارے کہ نیند اب پوری طرح ان پر حاوی ہو چکی تھی۔

صبح چھٹی کا دن تھا لہٰذا سب دیر سے اٹھے اور طے یہ پایا کہ آج پراٹھوں کا اسپیشل ناشتا کیا جائے۔ بڑے تینوں ناشتا کر چکے تھے لہٰذا بابر کی فرمائش پر وہ تینوں کچن میں آگئیں۔ آرش نے بھی زبردستی کر کے دو عجیب و غریب ڈیزائن والے پراٹھے بنا

Scanned with CamScanner

ہی ڈالے جبکہ وہ دونوں بُری طرح چیختی رہ گئیں۔
"یہ انٹارکٹکا کا نقشہ ہے نا؟" شرمین نے اس کا پراٹھا چٹکی سے پکڑ کر لہراتے ہوئے معصومیت سے سوال کیا۔
"پتا نہیں۔" اس نے کندھے اچکائے۔ "میرا جغرافیہ بہت کمزور ہے۔"
"اب اسے باہر مت لے کر جانا نہیں تو بابر بہت ریکارڈ لگائے گا تمہارا۔" عنبرین نے مفت مشورہ دیا۔
"خیر، اب ایسا بھی کوئی بُرا نہیں۔ بس ذرا جیومیٹری کے زمرے سے خالی ہو گیا ہے ورنہ تو بس ٹھیک ہی ہے۔" اس نے خود کا مذاق بناتے ہوئے تنقیدی نظروں سے اس "شاہکار" کو الٹ پلٹ کر دیکھا اور اوکے کر کے پلیٹ میں رکھ دیا۔
"ماشاء اللہ یہ کیا ہے؟" سب سے پہلے بابر نے اس کا بنایا ہوا پراٹھا دیکھا اور طنزاً پوچھا۔ طاہر اور سمعان بھی اسے دیکھ کر بے اختیار مسکرا دیے۔
"یہ پتا کرنا تمہارا کام ہے۔" کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے وہ شگفتگی سے مسکرائی۔
"شرم کرو لڑکی! یہ عجوبہ بنایا ہے تم نے۔ چہ چہ صد افسوس۔" بابر نے تاسف سے گردن ہلائی۔
"دوسرے گھر جا کر ناک کٹوا دو گی ہماری۔" خالصتاً زنانہ انداز تھا اس کا۔ وہ اپنا قہقہہ ضبط نہ کر سکی۔
"چلو اچھا ہے، تم میں بھی کچھ انفرادیت پیدا ہو جائے گی۔" بڑی ڈھیٹ ہڈی تھی وہ۔
"ویسے یہ تو طے ہو گیا مس آرش حسن کہ تمہارے ہاتھوں میں بیلن واقعی نہیں جچ سکتا۔ اس میں تو صرف برتن ہی اچھا لگتا ہے۔" شرمین قطعی مایوس تھی۔
"جی نہیں، بیلن بھی جچ سکتا ہے بشرطیکہ میرے سامنے تمہارا سر ہو۔" اپنی ہی ہم جنس کا تنقیدی فقرہ اسے قطعی نہ بھایا تو دانت کچکچا کر بولی۔
"اچھا بس۔ اب کھمبا نوچنے کی ضرورت نہیں۔ ناشتا کرو۔" طاہر نے مسکراہٹ دبا کر بڑے رعب سے کہا۔
"کیا آپ نے مجھے؟" مارے غصے کے اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔
"اب جانے بھی دو آرش! ناشتا شروع کرو۔ سب کچھ ٹھنڈا ہوتا جا رہا ہے۔" عنبرین نے اسے کول ڈاؤن کر کے توجہ دوسری طرف مبذول کرائی۔
"مگر میں یہ "میوزیم پیس" ہرگز نہیں کھا سکتا۔" بابر نے ڈھائی دی کیونکہ اس کے سامنے والی پلیٹ میں ہی آرش کے "آرٹسٹک" نمونے رکھے تھے۔
"تمہاری کوئی منتیں بھی نہیں کر رہا لاؤ مجھے دو ایک میں کھا لوں گی۔" اس نے غرا کر پلیٹ اپنے قبضے میں کر لی۔
"اور دوسرا؟" شرمین کو فکر لاحق ہوئی۔
سمعان نے خاموشی سے پلیٹ اپنی جانب کھسکا لی۔ لبوں پر بڑی شریر سی مسکراہٹ تھی وہ خجل سی ہو گئی۔
"نہیں۔ آپ رہنے دیں۔ یہ اچھا نہیں ہے۔" وہ پزل ہو رہی تھی مگر سمعان نے سنی ان سنی کر کے ناشتا شروع کر دیا۔ وہ چاروں اپنی اپنی پلیٹ پر جھک کر مسکرانے لگے۔ پہلے تو وہ ذرا خفیف سی ہوئی مگر جلد ہی کندھے جھٹک کر ان کو اتراتا کر دیکھا اور اپنا مگ لبوں سے لگا لیا گویا اپنی فتح پر نازاں ہو۔

اسے یہاں آئے بہت سارے دن گزر گئے تھے اس دوران کراچی سے ممی، پاپا اور سونو باجی کے کئی بار فون آ چکے تھے۔ وہ اپنے ساتھ پینٹنگ کا تمام سامان لائی تھی لہٰذا آج کل زیادہ تر وقت ایزل پر جھکے جھکے ہی گزر جاتا تھا۔ انٹرکے ایگزام سے پہلے جتنا کچھ ادھورا رہ گیا تھا وہ مکمل کرتے کرتے ہی بہت سارے دن نکل گئے۔
اس دوران اس کی سمعان سے بہت اچھی فرینڈ شپ ہو گئی تھی۔ اکثر رات کو وہ سب سے پہلے نکلتے اور ڈھیروں موضوعات پر بے تھکان بولتے ہوئے وہ سب کو لاجواب کر دیتی تھی۔ معلومات کا خزانہ ہونے کے علاوہ اس کے پاس ایک بہترین اور دلنشیں لہجہ اور شگفتہ خیالات بھی تھے۔ اس کی باتوں میں

Scanned with CamScanner

سادگی تھی جو جلد ہی سب کی طرح سمعان علی گردیزی کو بھی اپنا اسیر کر گئی۔

"سمعان بھائی پلیز، ذرا جم کر کھیلیں۔ ہماری عزت کا معاملہ ہے۔" بابر متواتر پُرجوش انداز میں سمعان کو بک اپ کر رہا تھا۔

دوسری طرف وہ بڑی تن دہی اور مشاقی سے کھیلتے ہوئے ایک بہترین ٹیبل ٹینس کی کھلاڑی ہونے کا ثبوت دے رہی تھی۔ عنبرین البتہ غیر جانبدار تھی اس لیے خاموش بیٹھی تھی جبکہ شرمین کا "ووٹ آف فیور" آرش کے ساتھ تھا۔

"اوہ نو۔!" مقابلہ بڑا ٹف تھا کہ اچانک سمعان سے ایک سروس غلط ہو گئی جس کے نتیجے میں آرش جیت گئی۔

"ہُرا!" شرمین نے نعرہ مار دیا۔

"سو بیڈ سمعان بھائی! آپ سے مجھے ہارنے کی امید نہ تھی۔" بابر بہت مایوس ہوا تھا۔ آخر سو روپے کی شرط جو لگی تھی آرش سے۔

"کبھی کبھی مسلسل جیتنے والا بھی ہار جاتا ہے یار۔ یہ تو گیم کا حصہ ہے کبھی ہار اور کبھی جیت۔" سمعان خوش دلی سے ہنس رہا تھا۔

"مگر آپ کے ہارنے کا مجھے قطعی یقین نہ تھا۔" بابر منہ بنانے لگا۔ آرش کی طنزیہ مسکراہٹ اسے جلا رہی تھی۔

"بھئی، ہمارے سامنے تو بڑے بڑے ہارے ہیں تمہارے کزن کیا چیز ہیں آخر۔" اس نے شوخی میں آکر ٹی شرٹ کے کالر بڑے فخر سے کھڑے کئے۔ اور بڑی شان سے کہا۔

"ہو سکتا ہے۔" سمعان مسکرایا۔

"تو گویا آپ ہارنے لگے ہیں۔" شرمین کے لہجے میں ذو معنویت در آئی اور چہرے پر شوخی۔

"شاید۔" سمعان نے کندھے اچکائے۔

"یہ تو بڑی خطرناک بات ہے۔" بابر نے مصنوعی پریشانی کا اظہار کیا۔

"یہ فاؤل ہے۔ آپ لوگ "کراس ٹاک" کر رہے ہیں۔" آرش نے احتجاجی انداز میں ریکٹ لہرایا جو گرز کے تسمے باندھتے ہوئے وہ ان کی مبہم گفتگو پوری طرح سن اور سمجھ نہیں سکی تھی۔

"رہنے دو۔ تمہارے کام کی کوئی بات نہیں تھی۔" بابر سمعان کے ساتھ اندر کی جانب بڑھتے ہوئے ڈانٹنے کے انداز میں گویا ہوا اور چلتا بنا۔

"اسٹوپڈ۔" اس نے پیر پٹخے اور شرمین کی طرف مڑی جو جانے کس سوچ میں گم کھڑی تھی۔

"خیریت کیا عالم بالا کی سیر کو چلی گئی ہو۔" اس کی آنکھوں کے آگے ہاتھ لہراتے ہوئے وہ تشویش سے بولی تو شرمین گہری نظر سے اسے دیکھ کر یونہی مسکرا دی۔

"نہیں۔ چلو اندر چل کر کچھ کھاتے پیتے ہیں، میرے خیال میں عنبرین نے میکرونیز بنالی ہوں گی۔" اس کا کندھا پکڑ کر اس نے قدم بڑھائے تو وہ بھی کھانے کی چاہ میں چلی آئی۔

لاؤنج میں خورد و نوش کی تمام اشیاء کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے وہ سب ہنس بول رہے تھے البتہ شرمین کی نظریں اب بھی سمعان کی نگاہوں کا مرکز یعنی "آرش حسن" کو فوکس میں لیے ہوئے تھیں۔ جبکہ وہ ان دونوں کی نظروں سے انجان بابر کے ساتھ لڑائی میں مصروف تھی جو اس کے شرط والے سو روپے دینے سے قطعی انکاری تھا۔

بابر سے باوجود لڑائی کے اس نے اس کی مدد سے کئی خوبصورت مناظر مختلف جگہوں پر جا کر خود پینٹ کیے یہاں تک کہ "دامن کوہ" اور "شکر پڑیاں" کی سیر کو آئے ہوئے ہجوم کا بھی اسکیچ بنا ڈالا۔ فیصل مسجد کو بے حد عقیدت سے کینوس پر برش سے منتقل کرتے ہوئے دل ہی دل میں جو سرشاری وہ محسوس کر رہی تھی مگر فیصل مسجد کی سفید پاکیزہ عمارت کے عکس نے جو سرور اسے دیا تھا۔ وہ بالکل اچھوتا اور نیا تھا اور یہیں اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ جلد ہی لاہور جا کر شاہی مسجد کو بھی اپنے فن کے ہاتھوں نیا رنگ دے گی۔

اسے کچھ رنگ لینے کے لیے مارکیٹ جانا تھا۔ کوئی اور گھر پر نہیں تھا لہٰذا وہ اور شرمین بمشکل دادی اماں سے اجازت لے کر گاڑی میں آ بیٹھی

Scanned with CamScanner

تھیں۔ اس کی اپنی لانسر خان بابا یہیں چھوڑ گئے تھے۔ جو آج کل فارغ ہی کھڑی تھی کیونکہ دادی امّاں اسے ڈرائیو کی اجازت دے نہیں رہی تھیں لہٰذا جہاں بھی جانا ہوتا وہ طاہر یا بابر کے ساتھ ہی جاتی تھی۔

"آرش!" وہ روٹ پر گاڑی نکال لائی تو شرمین نے بڑی سنجیدگی سے اسے متوجہ کیا۔

"ہوں!" وہ استفہامی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"ایک بات بتاؤ۔ تم نے اپنے مستقبل کے بارے میں کیا سوچا ہے؟" شرمین نے تمہید باندھنے کا خیال ترک کر کے ڈائریکٹ پوچھ لیا۔

"مستقبل؟ کیا مطلب؟" وہ ذرا الجھے ہوئے لہجے میں بولی۔

"مطلب یہ کہ تم نے اپنی آئندہ کی زندگی کے بارے میں کیا لائحہ عمل اختیار کرنے کا سوچا ہے؟" شرمین خطرناک حد تک سنجیدہ اور سب کچھ اگلوانے پر تلی بیٹھی تھی۔

"کوئی خاص نہیں!" ذرا تاخیر سے وہ بولی۔ "چھٹیوں کے بعد گریجویشن کروں گی پھر شاید پاپا مجھے پیرس کے اسکول آف آرٹس میں ایڈمیشن بھی دلوا دیں گے۔"

بڑی سادگی سے اس نے اپنا تشکیل شدہ پروگرام اس کے گوش گزار کیا تو وہ جھلا کر رہ گئی، پھر بھی بڑے ضبط سے پوچھا۔

"اور میر جلال شاہ کا کیا ہوگا؟"

"وہی ہوگا جو منظورِ خدا ہوگا۔" اسٹیئرنگ پر ہاتھ مار کر وہ آنکھوں کو شوخی سے جنبش دیتے ہوئے ہنسی تو شرمین آپے سے باہر ہو گئی۔

"بی سیریس آرش میں مذاق کے موڈ میں قطعی نہیں ہوں۔" وہ جلال میں آگئی تو آرش نے ہنسی کو بمشکل کنٹرول کر لیا۔ "تم جانتی ہو میں کیا پوچھ رہی ہوں۔"

"افوہ شرمین! آخر تم میر جلال کا ذکر کیوں لے بیٹھی ہو اور بھی ہزاروں موضوعات ہیں۔ ہم اس پر بھی سیر حاصل بحث کر سکتے ہیں۔" اس نے زور دیتے ہوئے کہا۔

"مجھے ایک بات سچ سچ بتاؤ آرش! کہ کیا تم نے واقعی اپنی منگنی کو دل سے قبول کر لیا ہے؟" اس کی بات سے قطع نظر شرمین نے دو ٹوک انداز میں سوال داغ دیا۔ چند ثانیے وہ خاموشی سے ڈرائیو کرتی رہی۔ ٹریفک کا شور گاڑی میں گونجنے لگا۔ نظریں سیاہ کولتار کی سڑک پر جمی تھیں۔

"تم میری بہت اچھی اور پیاری سی دوست ہو شرمین! میں تم سے جھوٹ نہیں بولوں گی۔" اس کی گمبھیر سنجیدگی میں ڈوبی آواز ابھری۔ ذرا توقف کے بعد اس نے کہنا شروع کیا۔ "دراصل ہمارے والدین ہم سے بے حد محبت کرتے ہیں بہت زیادہ چاہتے ہیں ہمیں۔ ایسے میں وہ ہم سے کچھ ایسی توقعات وابستہ کر لیتے ہیں کہ ان کا مان رکھنا ہماری مجبوری بن جاتا ہے۔ پاپا نے آج سے چھ ماہ پہلے جب میر جلال شاہ کے خاندان، شہرت اور عزت سے متاثر ہو کر میرے پروپوزل کے لیے ہامی بھری تھی تو شاید انہیں یقین تھا کہ میں انکار نہیں کروں گی۔"

وہ شرمین کی سنجیدہ سی شکل دیکھ کر ہلکے سے مسکرائی اور پھر سے تسلسل جوڑتے ہوئے کہنے لگی۔

"ممی اور عادل بھائی بھی میر جلال شاہ کی شخصیت کے گریس اور اسٹیٹس سے بہت امپریس تھے لہٰذا بالا ہی بالا تمام معاملات طے کرنے کے بعد جب انہوں نے مجھے بتایا تو اس وقت تک پاپا اور ممی بہت سارے لوگوں سے پیشگی مبارکباد تک وصول کر چکے تھے انہیں شاید مجھ پر بہت مان تھا یا شاید ان کا اندھا پیار تھا کہ وہ اس یقین کے ساتھ کہ میں انکار نہیں کروں گی ہاں کر بیٹھے سو مجھے بھی ایک اچھی بیٹی ہونے کی صورت میں ان کے فیصلے کا بھرم تو رکھنا ہی تھا اور تم تو جانتی ہو میں کس قدر سعادت مند ہوں۔" وہ شگفتہ سی ہنسی ہنس دی۔

"سو بس اس کے بعد مجھے یہ فیصلہ کبھی برا ہی نہیں لگا۔ حالانکہ میں جانتی ہوں کہ میرے اور میر جلال کے درمیان عمروں کا فرق ہے۔"

"عمروں کا فرق ہی نہیں جنریشن گیپ ہے تم دونوں کے بیچ۔" شرمین کاٹ دار لہجے میں سنجیدگی سے صاف

گوئی کا مظاہرہ کر گئی۔

"ہاں یوں ہی کہہ لو۔" وہ کندھے اچکاتے ہوئے بولی۔ "مگر میر جلال بہت سوفٹ نیچر کے مالک ہیں ان کا خیال ہے کہ میں اور میری ذہانت ان کی کامیاب زندگی کو چار چاند لگا دے گی۔" اس نے فخر سے گردن اکڑائی۔

"تمہیں وہ بہت اچھے لگتے ہیں؟" شرمین نے کھوجنے والی نظروں سے اسے بغور دیکھا۔

"ہاں۔" وہ کمال ہوشیاری سے نگاہوں کا زاویہ بدل گئی۔ "بس ذرا فادر فگر ٹائپ ہیں۔ مجھے اکثر بچوں کی طرح ٹریٹ کر جاتے ہیں۔" وہ مسکائی۔

"ظاہر ہے، ان کے بچوں کی عمر کی ہی تو ہو۔" شرمین نے جل کر فقرہ کسا۔

"نہیں خیر۔ ان کا بیٹا تو مجھ سے چار سال چھوٹا ہے جو کہ فارن میں اسٹڈیز کے لیے مستقل طور پر سیٹل ہو گیا ہے۔" وہ بظاہر اطمینان سے اسے بتا رہی تھی۔ مگر اس کی براؤن، چمکدار آنکھیں بڑی مضطرب ہو رہی تھیں۔

"اچھا تم دو منٹ انتظار کرو۔ میں یہاں سے رنگ کا پتا کرتی ہوں۔" گاڑی روک کر وہ تیزی سے باہر نکلی اور نظر ملائے بغیر بہ عجلت کھٹ چھپاک سے سامنے والی اسٹیشنری کی شاپ میں گھس گئی۔

"اتنے خول بھی نہ چڑھاؤ خود پر آرش کہ جب یہ ٹوٹیں تو اپنے آپ کو بھی نہ پہچان سکو۔ خود فریبی تمہیں تم سے بھی جدا کر دے گی اور خود سے بچھڑ جانا بذاتِ خود ایک بہت بڑی سزا ہے۔" اسے جاتا دیکھتے ہوئے شرمین کا ذہن ایک ہی سوچ کے تانے بانے بن رہا تھا۔ وہ دل ہی دل میں آرش سے مخاطب تھی۔

آج اسے آرش کی ہر دم ہنستی مسکراتی آنکھوں کے پیچھے کئی طوفان کروٹیں لیتے نظر آئے تھے۔ ایک سیلاب تھا جو آنکھوں کے رستے بہہ جانا چاہتا تھا۔ اشک بن کر ٹپک جانا چاہتا تھا مگر اس نے اپنے آنسوؤں کو بے تحاشا قہقہوں اور مسکراہٹوں کی نمی میں چھپا لیا تھا۔ ابھی بھی اس کی آنکھیں ہنستے ہوئے آنسوؤں سے بھر جاتی تھیں، مگر کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا تھا یہ نمکین پانی اس کے اندر کا درد ہے جسے وہ ہنس ہنس کر بہاتی ہے۔ اس لیے کہ آنسوؤں کا کوئی رنگ نہیں ہوتا وہ خود بتا نہیں سکتے کہ وہ خوشی کے باعث چھلکے ہیں یا شدتِ درد سے ابل پڑے ہیں۔

آخر اس نے چھ ماہ یہاں گزارنے کا پروگرام یوں ہی تو نہیں بنا لیا ضرور اس کے پیچھے بھی انکل تابش کا کوئی تکلیف دہ فیصلہ ہو گا جو وہ یوں اپنا گھر اور سب کچھ بھلائے یہاں چلی آئی تھی۔ شرمین نے سوچ کر گہری سانس بھری اور اس کے آنے کا انتظار کرنے لگی۔ ذرا ہی دیر میں وہ پتا نہیں کیا الم غلم اٹھائے چلی آ رہی تھی۔ واپسی پر شرمین نے اسے اپنی طرف سے برگر اور کولڈ ڈرنک پلوائی تو وہ ایک مرتبہ پھر پہلی والی آرش حسن بن گئی، بات بے بات قہقہے لگانے اور وجہ بے وجہ ہنسی کی جلترنگ بجانے والی۔ وہ لمبی ڈرائیو لے کر واپس آئیں تو ہلکی ہلکی پھوار شروع ہو چکی تھی۔

باہر زبیر بھائی کی آلٹو کھڑی دیکھ کر وہ دونوں خوشی سے چہکتی اندر چلی آئیں۔ پھوپھی بیگم بھی آئی ہوئی تھیں۔ دادی اماں سے دونوں کو تاخیر سے آنے پر جھاڑ پڑی جسے انہوں نے خوبصورت موسم کے صدقے اور اپنی غلطی کے اعتراف میں خاموشی سے ہضم کر لیا۔

سمعان اور بابر جانے کہاں سے مٹر گشت کر کے واپس آئے تو ہلکی ہلکی پھوار میں وہ شرمین، زبر اور طاہر بابرہ "فرزبی" کھیلتے ہوئے نظر آئے جنہیں بمشکل شرمین نے اس امر پر راضی کیا تھا۔ بابر نے آ کر شرمین کو زبردستی پویلین میں بھیج دیا تو وہ رنگ برنگے منہ بناتی سمعان کے پاس آ کھڑی ہوئی جو لان کی سیڑھیوں پر ذرا فاصلے سے کھڑا پل پل زندگی کو انجوائے کرتی آرش کو سنجیدہ نظروں سے دیکھ رہا تھا آنکھوں میں تھوڑا سا تاسف بھی تھا۔

"زندگی کو تمام تر تلخیوں سمیت قبول کر کے اس سے خوشیوں کے رنگ کشید کرنا یقیناً ایک ہنر ہے اور آرش حسن اس ہنر سے واقعی فیضیاب ہے۔" سمعان نے جانے کس خیال کے تحت شرمین سے کہا تو وہ چونک سی گئی۔ نگاہوں کا زاویہ بدل کر سمعان کی طرف تحیر سے دیکھا۔

Scanned with CamScanner

"کسی کی ظاہری شخصیت کو دیکھ کر اس کے بارے میں کوئی بھی رائے قائم کرنا تو آسان ہے مگر اسے ثابت کرنا مشکل ہوتا ہے۔" وہ آرش کو دیکھ کر کہنے لگی۔

"کیا مطلب؟" سمعان نے ٹھٹھک کر سوال کیا۔

"مطلب یہ کہ جو کچھ نظر آرہا ہوتا ہے وہ سچ نہیں ہوتا اور جو سچ ہوتا ہے اسے دیکھ نہیں پاتے۔"

وہ دکھ سے کہہ رہی تھی سمعان نے متذبذب ہو کر اسے دیکھا اور کچھ کہنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ بابر زبردستی اسے بھی گھسیٹ کر لے گیا۔

"ذرا وہاں آکر اپنی پھرتی کے جوہر دکھائیں بہت ہو گیا آرام۔" وہ ناں ناں کرتا رہا مگر بابر نے ٹل کر نہ دیا۔ بالآخر آرش نے اندر کا رخ کیا تو سمعان نے جم کر کھیلنا شروع کر دیا۔

وہ دونوں اندر آکر اس حسین موسم میں کمرے کے اندر گھسی بیٹھی عنبرین کو تنگ کرنے لگیں جو زبیر کی وجہ سے باہر آتے ہوئے جھجک رہی تھی۔ یوں تو اسے کسی کی طرف سے پردے کی پابندی کا حکم نہیں تھا مگر فطری حجاب کے باعث وہ زبیر کے سامنے نہیں آتی تھی۔ اسی سال بی اے کے بعد اس کی منگنی کر دی گئی تھی۔ شرمین البتہ آرش کی طرح انٹر کے بعد رزلٹ کے انتظار میں چھٹیاں مناتے ہوئے مصروف تھی، اور آرش کی آمد کے طفیل یہ دن بہت اچھے گزر رہے تھے۔

پھوپھی بیگم، دادی اماں اور چچی بیگم کی خفیہ میٹنگ ڈرائنگ روم میں چل رہی تھی۔ اسے پتا چلا تو فوراً تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہیں چلی آئی۔

"کیا باتیں ہو رہی ہیں؟" وہ شرمین کے روکنے اور عنبرین کے ٹوکنے کے باوجود بے دھڑک اندر چلی گئی۔ دادی اماں نے اسے قدرے خفگی سے دیکھا مگر پروا کیے تھی۔ وہ دھم سے پھوپھی بیگم کے پاس بیٹھ گئی۔

"آپ لوگ ایک دم چپ کیوں ہو گئے، کیا ایٹم بم بنانے کے بارے میں باتیں ہو رہی تھیں۔" چہرے پر معصومیت کا تاثر لانے کی کوشش کی۔

"آرش!" دادی اماں نے تنبیہاً پکارا۔

"افوہ دادی اماں آپ لوگ اس قدر سسپنس کیوں پھیلا رہے ہیں اگر زبیر بھائی اور عنبرین کے سلسلے میں کوئی بات ہو رہی ہے تو مجھے بھی بتائیں۔" وہ چچی بیگم کے لبوں کی مسکراہٹ دیکھ کر مزید پھیلی اور لاڈ سے کہا۔

"بھئی بات کیا ہونی ہے بس آپس میں صلاح مشورہ کر رہے ہیں۔" پھوپھی بیگم بے حد مسرور نظر آرہی تھیں۔ ایک بہو سسرال سے لانے کے بعد دوسری بہو اپنی بھتیجی کو بنانے کی انہیں از حد خوشی تھی۔

"تو پھر ایسا کریں کہ عنبرین کو بھی یہیں بلوالیں۔ اس کا مشورہ بھی تو ضروری ہے نا۔" وہ بڑے مزے سے کہہ گئی باہر کھڑی شرمین نے اپنا سر پیٹ لیا جبکہ عنبرین نے کچن میں پناہ لینے کی ٹھانی اور وہیں سے دوڑ لگا دی۔

"آرش! ایسی باتیں لڑکیوں سے نہیں پوچھی جاتیں۔" دادی اماں دھیرے دھیرے جلال میں آرہی تھیں۔ قدرے غصے سے بولیں۔

"حالانکہ پوچھنا تو چاہیے۔" وہ سنجیدہ ہو گئی۔

"تم سے تمہارے باپ نے پوچھا تھا رشتہ طے کرتے وقت۔" دادی اماں کا سوال کڑا تھا وہ پھیکی سی مسکراہٹ لبوں پر سجانے کی سعی کرنے لگی۔ "نہیں ناں! تو بھلا ہم کیوں پوچھیں عنبرین سے جب کہ اس کا تو جوڑ بھی اچھا اور اس کے لیے مناسب ہے۔" جانے انہیں غصہ کس بات پر تھا وہ مجرموں کی طرح سر جھکا کر بیٹھ گئی۔

"پلیز! اماں جان! کیسی بات کر رہی ہیں آپ۔" پھوپھی بیگم نے اس کے گرد بازو حمائل کرتے ہوئے جلدی سے کہا۔ وہ اپنی جگہ چور سی ہو گئی۔

"غلط نہیں کہہ رہی میں۔" دادی جان سخت برا فروختہ تھیں۔ "یہ ریت بھی اس کے باپ نے ہی ڈالی ہے لڑکیوں کو بغیر ان کی رضا جانے الٹے سیدھے لوگوں کے حوالے کرنے کی۔ سونیا کی شادی کی تو ایک۔ ایک امیر کبیر دوہاجو سے اب اس کی قسمت پھوڑی ہے، اپنے ہی ہم عمر سے رشتہ کر دیا ہے بیٹی کا۔"

وہ بیٹے کے غلط فیصلوں سے سخت ناراض تھیں۔

Scanned with CamScanner

ایک پوتی تو تباہ کر ہی رہی تھی کہ اس کے شوہر کی پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہ تھی مگر آرش کے ساتھ تو معاملہ بھی دہرا تھا۔ نہ صرف میر جلال اس سے عمر میں دگنے تھے بلکہ اس سے چند سال چھوٹے ایک عدد بیٹے کے باپ بھی تھے۔

"رہنے دیں امی! سب کیا دھرا تابش بھائی کا ہے۔" چچی بیگم نے اسے نادم دیکھ کر کہا: "اب بھلا بچی کو سنانے سے کیا فائدہ؟"

"ہاں۔ کاش تابش نے یوں من مانی نہ کی ہوتی۔" وہ گہری سانس بھرتے ہوئے آبدیدہ ہوگئیں۔ "دیوانہ پیسے کو دین ایمان سمجھ کر بیٹھ گیا ہے۔ جانے مجھ سے اس کی تربیت میں کیا کمی رہ گئی تھی۔" وہ تاسف سے ہاتھ ملتے ہوئے سخت ملول تھیں۔

"پلیز اماں جان! یہ باتیں پھر کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھیں۔" پھوپھی بیگم نے انہیں آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارا کرتے ہوئے توجہ خاموش بیٹھی آرش کی طرف دلائی جو بے دھیانی میں ہونٹ کاٹ رہی تھی۔

"آرش ادھر آؤ۔" ان کا دل پسیج گیا۔ سب سے چھوٹی اور نٹ کھٹ پوتی تھی وہ ان کی۔ ذہین اور شوخ، زندگی سے بھرپور مگر اس کی قسمت کا فیصلہ ان کے لیے سب سے زیادہ باعثِ آزار تھا۔

"جی۔" وہ اٹھ کر ان کے پاس آئی۔ دادی اماں نے اسے لپٹا لیا: "سدا خوش رہو۔" انہوں نے ماتھا چوم کر دعا دی۔

"تھینک یو دادی اماں۔" وہ کھلکھلا پڑی: "اگر پاپا کو برا بھلا کہہ کر آپ مجھے اسی طرح پیار کرتی رہیں تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں مجھے پاپا کی برائیاں اچھی نہ لگنے لگیں۔" شریر آنکھوں کے کنول کٹورے شوخی سے گردش میں آگئے۔

"بہت باتیں بنانی آگئی ہیں۔" دادی اماں خود کو سنبھال کر بہ دقت مسکرائیں اور ایک دھپ اس کے کندھے پر لگائی۔ "ارے بے وقوف اُسے بھی جو کچھ کہتی ہوں، پیار میں ہی کہتی ہوں۔"

"اچھا!" قدرے حیرانی کا اظہار کیا۔ "یقین نہیں آتا۔" بے یقینی سے کندھے اچکائے۔ "ہوں۔ چلو اب جاکر چائے کا بندوبست کرو اور ان چاروں سے بھی کہو، اندر آجائیں۔ بہت کھیل لیے بچوں کی طرح۔" انہوں نے اسے کام بتا کر وہاں سے بھگایا تو وہ اٹھ کر باہر نکل گئی اور ان چاروں تک دادی اماں کا پیغام پہنچا کر عنبرین کے سر پر جا سوار ہوئی جو شرمین کی باتوں سے پہلے ہی بوکھلائی ہوئی تھی۔

"کمال کرتی ہیں آپ بھی۔ بھلا اس کے سامنے ایسی بات کرنے کی کیا ضرورت تھی۔" اس کے نکلتے ہی پھوپھی بیگم نے زبان پر آیا جملہ فوراً بول دیا۔

"کیا کروں دل جلتا ہے میرا۔ غصے میں اسے کہہ بیٹھی۔" وہ افسردگی سے کہنے لگیں: "جانے اس بچی کے نصیب میں کیا لکھا ہے۔" وہ پھر آبدیدہ ہوگئی تھیں۔

"آپ فکر مت کریں امی! عنبرین کے نکاح پر تو آئیں گے نا تابش بھائی۔ بس وہیں انہیں سمجھائیں گے۔ میں دانش سے کہوں گی کہ وہ بات کریں۔" چچی بیگم نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"ہوں۔ میں بھی بھائی جان سے بات کرنے کا سوچ رہی تھی۔ آپ نے ٹھیک کہا بھابھی۔ وہ یہاں آئیں گے تو زیادہ بہتر طور پر بات ہوسکے گی۔" پھوپھی بیگم نے بھی تائید کی۔

"تم بھی کہہ کر دیکھ لینا بیٹا۔ شاید تمہاری ہی سن لے۔" وہ بہت مایوس نظر آرہی تھیں۔ تابش حسن اپنے فیصلوں میں ہمیشہ ہی اٹل رہے تھے۔ دوٹوک بات کرتے جیسے پتھر کی لکیر سمجھنا۔ سامنے والے کی مجبوری بن جاتا تھا کیونکہ اپنے لفظوں سے انحراف انہیں اپنی ذات کی نفی کے مترادف ہی لگتا تھا۔

یوں بھی آرش کا معاملہ تو خالصتاً ان کی اولاد گویا ان کی ملکیت کا معاملہ تھا۔ اس میں کسی کی بھی یہاں تک کہ اپنی ماں تک کی مداخلت انہیں گوارا نہ تھی کجا کہ بہن بھائیوں کی دخل در معقولات کو برداشت کرنا۔ دادی اماں ان کے مزاج سے اچھی طرح واقف تھیں آخر کو ماں تھیں ان سے بہتر تابش حسن کو کون سمجھ سکتا تھا۔ انہیں قطعی امید نہ تھی کہ وہ بہن یا بھائی کی بات کو ذرا خاطر میں لائیں گے اس کے برعکس انہیں اندازہ تھا کہ وہ اس بات کو اپنی انا کا مسئلہ ضرور بنا سکتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

وہ دونوں کافی دیر تک دادی اماں سے صلاح مشورہ کر کے یہ طے کرتی رہیں کہ آرش کے بارے میں ان سے کس طرح بات کریں گے۔ وہ تینوں اس کے لیے پریشان بیٹھی بابا سے بات کرنے کا پروگرام بنا رہی تھیں جب کہ وہ کچن میں گھسی عنبرین کو تنگ کر رہی تھی۔

"تم یہ کیا اول فول بک رہی تھیں دادی اماں کے سامنے؟" شرمین نے اسے دیکھتے ہی جھٹ اس کا کان کھینچ ڈالا۔

"تمہیں اس سے کیا۔ تمہاری جیب سے کیا جا رہا تھا جو تمہیں تکلیف ہو رہی ہے؟" اس نے جھلا کر اپنا کان چھڑایا اور ناگواری سے اسے گھورا۔

"کسی دن پٹ جاؤ گی تم اپنی ان ہی عادتوں کی وجہ سے۔" وہ بگڑی۔

"تمہارے وزن میں تو تب بھی کوئی کمی نہیں ہوگی۔" اس نے بے نیازی سے سموسہ اٹھا کر کترنا شروع کر دیا۔

"بھاڑ میں جاؤ تم۔ میری بلا سے پٹو یا جوتے کھاؤ۔" شرمین نے چڑ کر رخ موڑ لیا۔

"ارے ارے، شرمین! کیوں لڑ رہی ہو اسے؟" طاہر نے اندر جھانکتے ہوئے فوراً اسے ڈپٹا تو آرش کے صفائی پیش کرنے سے قبل ہی اس نے نہایت فرصت میں اس کی تمام کارگزاری طاہر کو سنا ڈالی جو سر تا پا بھیگا کھڑا بغور اسے سن رہا تھا۔

"ہوں۔ ویسے بات تو آرش کی ٹھیک تھی۔" طاہر نے سچائی کا ساتھ دیتے ہوئے سر تائید میں ہلایا۔ "مگر وہ جو خلیل جبران نے کہا نا کہ سچ سے واقف رہو ہمیشہ مگر اظہار کرو کبھی کبھی تو یہ بھی بہتر ہی ہے کہ تم ذرا کم بولا کرو۔" وہ اسے سمجھا رہا تھا۔

"یوں بھی بقول مولوی عبدالحق لفظ ایک جادو ہے جو بے محل استعمال سے پھیکا پڑ جاتا ہے۔"

آرش نے کچھ کہنے کے لیے ابھی منہ کھولا ہی تھا کہ عنبرین نے چائے کی کیتلی ٹرالی میں رکھتے ہوئے ذرا نظریں اٹھا کر اس کی یادداشت کی ڈائری میں ایک اور "قول" کا اضافہ کیا۔ اس نے بے زاری سے سر ہلانے پہ اکتفا کیا۔

"چلو اب یہ پند و نصائح کی کلاس آف کرو کیونکہ ہماری اسٹوڈنٹ اب بور ہو رہی ہے۔" طاہر نے اس کی کوفت زدہ حالت پر ترس کھایا۔

"جی ہاں اب میں مزید برداشت نہیں کر سکتی۔ کسی عقل مند کا کہنا ہے کہ گفتگو ختم کرنے کا وقت وہ ہوتا ہے جب سننے والا کچھ کہے بغیر سر اثبات میں ہلا رہا ہو۔ اور میں ایسا ہی کر رہی ہوں۔" اس نے سر کو اثبات میں جنبش دی تو وہ سب مسکرا پڑے۔

"یہاں کیا اقوالِ زریں سنانے کا مقابلہ ہو رہا ہے؟" بابر نے دروازے میں کھڑے طاہر کے کندھے پر سے جھانکتے ہوئے پوچھا تو وہ چاروں قہقہہ لگا کر ہنسنے لگے جس پر وہ سب کو غصیلی نظروں سے دیکھتا باہر نکل گیا۔

زبیر بھائی اور پھوپھی بیگم کے بصد اصرار پر وہ ایک ہفتہ ان کے گھر کو بقول میزبان کے رونق بخش کر جب واپس آئی تو اسے چھوڑنے زبیر آئے۔ راستے بھر وہ انہیں یہ باور کراتی رہی کہ وہ اس کی وجہ سے نہیں بلکہ عنبرین کی دید کی خاطر اتنی زحمت گوارا کر رہے ہیں۔

"بھئی تمہاری بات پچاس فی صد ٹھیک ہے کیونکہ یہ ایک فطری سی بات ہے۔ یوں تو ہم یعنی میں اور عنبرین شروع سے ہی ایک دوسرے سے ملتے ملاتے رہتے تھے مگر اس رشتے کے بعد سے اب ہمارے احساسات واقعی بہت بدل گئے ہیں۔ اب اس آنکھ مچولی کے کھیل میں سرور محسوس ہوتا ہے۔" زبیر خوش دلی سے ہنستا ہوا کہہ رہا تھا۔

"دیکھا میں نے تو پہلے ہی کہا تھا۔" وہ بچوں کی طرح خوش ہوتے ہوئے بولی۔

"مگر اس وقت تمہیں ڈراپ کرنا بھی مجھے اچھا لگ رہا ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔" وہ یوں ہی چھیڑنے کی غرض سے بولی۔ "آخر کو ڈراپ کرتے بھی تو عنبرین کے گھر جا رہے ہیں۔" اس کی بات پر وہ ہنس دیا۔

"چلو یوں ہی کہہ لو۔" فراخ دلی سے اجازت دیتے ہوئے انحراف کیا۔ "شاید یہ رشتہ ہی ایسا ہوتا ہے

بندے کو باندھ کر رکھتا ہے۔" زبیر کی بڑے جذبے سے کہی ہوئی بات اس کے دل میں جیسے تراز و ہو گئی۔

"ہاں واقعی بندے کو باندھ کر ہی تو رکھتا ہے چاہے خوشی سے رہے یا ناخوشی سے۔ بظاہر بڑا کچا مگر کس قدر طاقت ور بندھن ہے۔ جس کی اساس ہی محبت ہوتی ہے۔ کبھی یہ محبت والدین کی ہوتی ہے اور کبھی محبوب کی۔ مگر میرے احساسات کو جکڑ لینے والی محبت کس کی ہے آخر ممی پاپا کی یا؟"

"آرش! ارے بھئی اترو۔ کیا کرین کا انتظار کر رہی ہو۔" زبیر نے بریک لگا کر گم صم بیٹھی آرش کو پکارا تو وہ چونک کر گھومی۔ گھر آ چکا تھا۔ روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔ وہ کار کے اندر کے ملگجے اندھیرے کی سوچیں وہیں جھٹک کر اندر چلی آئی۔

عنبرین اور شرمین اسے لان میں ہی ٹہل لگاتی مل گئیں۔ زبیر بھائی ایک پُرشوق نظر عنبرین پر ڈال کر اندر کی طرف بڑھ گئے۔ وہ بھی ان دونوں کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر ان کی شکایتیں سنتی رہی جن کا خیال تھا کہ ایک ہفتے میں بھی پلٹ کر خبر نہ لینے والی وہ واحد بے مروت لڑکی ہے جو انہوں نے اپنی تمام عمر میں دیکھی تھی بلکہ بھگتنی بھی پڑ رہی تھی۔

"چلو لڑکیوں چل کر چائے بناؤ۔ زبیر آیا ہے۔" چچی بیگم نے لان کی سیڑھیوں سے انہیں پکارا تو وہ تیز تیز قدم اٹھاتی اندر چلی آئیں۔ اندر تو وہ آ گئیں مگر کام سارا انہوں نے عنبرین سے ہی کرایا کیونکہ ایک تو چائے اس کے منگیتر کے لیے بن رہی تھی (اور ان کا تو جیسے کوئی رشتہ ہی نہ تھا) دوسرے ان کے نزدیک ایک چھوٹے سے کام کے پیچھے تین تین لڑکیوں کو خوار ہونے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

کھانا وہ کھا کر آئے تھے لہٰذا زبیر چائے پی کر کچھ دیر خوش گپیاں کرنے کے بعد لوٹ گئے تو وہ سمعان کی غیر موجودگی کے بارے میں استفسار کرنے عنبرین کے پاس چلی آئی۔

"سنو وہ 'خاموش کردار' کہاں ہے؟" دونوں سے بیک وقت پوچھا۔

"کون خاموش کردار؟" وہ دونوں اچنبھے سے اسے دیکھنے لگیں۔

"بھئی وہی تمہارے کزن سمعان علی گردیزی۔" آرش نے لاپروائی کا مظاہرہ کیا۔

"اوہ۔ وہ بنڈی گئے ہیں۔ اپنی فیملی کے پاس۔" عنبرین نے اس کی بات سمجھ کر ذرا تیز نظروں سے اسے گھور کر جواب دیا۔

"ان کی فیملی وہاں ہے تو وہ یہاں کیوں رہتے ہیں؟" تعجب سے سوال کیا گیا۔

"ماشاء اللہ بڑی جلدی خیال آ گیا تمہیں یہ سوال پوچھنے کا۔" شرمین مسکرا دی۔

"آیا تو پہلے بھی تھا مگر میں نے پوچھنا ضروری نہیں سمجھا۔" بے نیاز جواب موصول ہوا۔

"تو اب کیا ضرورت پیش آئی ہے۔ خیریت تو ہے؟" وہ آنکھوں کو شوخی سے گردش دیتے ہوئے تشویش سے بولی۔

"افوہ بھئی میں نے تو یوں ہی پوچھ لیا تھا۔" وہ جھنجھلا گئی اس تفتیش سے۔

"ارے میں تو ایسے ہی تمہیں تنگ کر رہی تھی تم ناراض ہو گئیں۔" اس کے چہرے کے تیکھے پن پر شرمین کو ہنسی آ رہی تھی مگر اس کی خفگی کے خیال سے چھپا گئی۔ وہ لاپروائی سے کندھے جھٹک کر رہ گئی۔

"یہاں تو وہ جاب کی وجہ سے رہتے ہیں پچھلے سال سی اے کرنے کے بعد انہوں نے جاب کے لیے کئی جگہ اپلائی کیا تھا۔ قسمت کہ یہاں کا دانہ پانی لکھا تھا تو یہاں چلے آئے۔" عنبرین نے جواب دے کر اس کا موڈ ٹھیک کرنا چاہا۔

"یعنی غم روزگار کھینچ لایا ہے انہیں یہاں۔" اس نے پانی کا گلاس اٹھا لیا۔

"ہاں اور اب غم جاناں دیکھو کہاں کی خاک چھنواتا ہے۔" شرمین نے بظاہر مذاقاً کہا تھا۔

"کیا مطلب؟" وہ اور عنبرین نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگیں۔

"مطلب کو پھر کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھو اور چل کر سونے کی فکر کرو۔" وہ بات ٹال کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ آرش نے عنبرین کو سوالیہ ہو کر دیکھا۔

"پتا نہیں کن معموں میں بات کرتی ہے۔ میرے تو سر پر سے گزر گئی۔" وہ بھی لاعلمی کا اظہار کرتی آگے

بڑھی پھر کچھ یاد آنے پر پلٹی۔

"ہاں سنو آرش آج کراچی سے تابش انکل اور آنٹی کا فون آیا تھا تمہارے لیے۔"

"اچھا، وہ رک گئی اور پوچھنے لگی کہ کیا کہہ رہے تھے۔"

"کچھ نہیں بس کال بیک کرنے کا کہہ رہے تھے۔"

"اوکے۔ صبح دیکھوں گی۔" اس نے کسلمندی سے جمائی لی۔

"دیکھوں گی نہیں بلکہ ضرور فون کروگی سمجھیں۔" عنبرین نے تاکید کرتے ہوئے بیڈروم کا رخ کیا تو وہ بھی سر ہلاتی اوپر چلی آئی جہاں والدی اماں کے ساتھ والا کمرہ اس کا تھا۔ سمعان کے کمرے میں اندھیرا تھا۔ وہ ایک ثانیے کو رک کر بند دروازے کو دیکھنے لگی پھر سر جھٹک کر آگے بڑھ آئی۔

سونے سے پہلے کافی دیر ذہن میں زبیر کے جملے، سمعان اور میر جلال کی تصویریں گڈمڈ ہوتی رہیں اور بالآخر وہ سو ہی گئی۔

ایک ہفتہ مزید آگے سرک گیا۔ اس نے شرمین یا عنبرین سے پھر سمعان کے بارے میں کوئی استفسار نہیں کیا مگر لاشعوری طور پر وہ واقعی اس کی منتظر تھی۔ جبکہ بظاہر وہ بالکل ویسی ہی تھی سدابہار پودوں کی طرح کھلی کھلی۔ البتہ اس کی آمد پر دل جس طرح خوشگوار انداز میں دھڑکا تھا وہ خود بری طرح پریشان ہو گئی تھی۔ مگر حسب معمول خود کو سمجھانے میں وہ جلد ہی کامیاب ہوگئی اور سمعان سے نارمل انداز میں بات کرتے ہوئے ذرا ہی دیر میں وہ اپنا اعتماد بحال کرتے ہوئے دل کو سرزنش کر کے چپ کرا چکی تھی۔

مگر سمعان کی ذہین نظروں سے اس کی بے تابی چھپی نہ رہ سکی تھی جسے سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں اس نے پہچان لیا تھا۔ آرش کی نگاہوں کی اضطرابی گردش اور انگلیوں کی اضطرابی جنبش کچھ نہ کہتے ہوئے بھی بہت کچھ کہہ چکی تھی۔

انسان خود پر کتنے ہی پردے کیوں نہ ڈالے کبھی نہ کبھی تو بے نقاب ہو ہی جاتا ہے یوں بھی احتیاط سے پھونک پھونک کر قدم رکھنے والے کے پیر کی ذرا سی لڑکھڑاہٹ بہت نمایاں ہو جاتی ہے۔ خصوصاً یہ "تغیر" اس شخص کی نظروں سے پوشیدہ نہیں رہ پاتا جو چلنے والے کے ایک ایک قدم کو گن رہا ہو جانچنے کی سعی میں مصروف ہو۔

آنکھوں کی تحریر ہمیشہ سچی ہوتی ہے وہ منافق نہیں ہوتیں کہ جھوٹ بول جائیں، ان میں سب کچھ شیشے کی طرح واضح نظر آتا ہے۔ چہرے کے تاثرات کو کنٹرول کیا جا سکتا ہے مگر نین کٹوروں کی زبان نہیں خاموش کی جا سکتی۔

سو سمعان کے سامنے پر آرش حسن کے براؤن چمکدار کنول کٹورے

ع آنکھیں کہتی ہیں جو باتیں ہم کہہ نہیں پاتے

کی تفسیر بن گئے تھے۔

یوں تو سمعان اس کی آنکھوں سے بہت کچھ پا گیا تھا اس کی بے تابی اور خوشی و انبساط کو محسوس کر گیا تھا مگر ابھی اس کی نوعیت کو سمجھنا مشکل تھا اس جیسی پرت در پرت کھل کر بھی اپنی حقیقت کو چھپانے پر مصر رہنے والی شخصیت کو کھوج نکالنا اتنا آسان تو نہ تھا۔ آرش تابش حسن کے وجود سے دشی کو دریافت کرنا ایک مہم تھی جسے سر کرنا اتنا سہل نہ تھا۔

"تم میری تصویر سامنے رکھ کر پورٹریٹ بنالو مگر مگر میں اسٹیچو بن کر نہیں بیٹھ سکتا۔" بابر آج بمشکل اس کے ہاتھ آیا تھا مگر بضد تھا کہ اپنی پورٹریٹ کے لیے خود نہیں بیٹھے گا۔

"بھئی، اس طرح اوریجنیلٹی نہیں آتی ہے" وہ زچ ہو گئی۔

"پھر میں نہیں بنوا رہا پورٹریٹ وورٹریٹ۔" وہ تلملا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"تم تو ہو ہی جیلس، چاہتے ہی نہیں کہ لوگ میری تعریف کریں۔" کمر پر ہاتھ رکھ کر وہ شروع ہو گئی۔

"جی تمہاری جگہ نوبل پرائز تو مجھے ہی ملنا چاہیے" اس نے طنز کیا۔

"مائی فٹ۔ دفع ہو جاؤ تم۔" اس نے پیر پٹخے۔ بابر کو ہنسی آ گئی۔ اس کا لال بھبھوکا چہرہ غصے سے پھول گیا تھا۔

Scanned with CamScanner

"چلو اچھا ہے اس طرح میری تصویر نہ بنا کر تمہارے فن میں ایک تشنگی رہے گی۔ تمہیں معلوم ہے اگر آرٹسٹ کا فن تشنہ رہے تو وہ ہمیشہ خوب سے خوب تر تخلیق کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے ورنہ تو جستجو مر جاتی ہے گویا آرٹ فوت ہو جاتا ہے۔" فلسفہ جھاڑتے ہوئے وہ آرش کو زہر لگ رہا تھا۔

"کوئی ضرورت نہیں آرٹ سے اس قدر ہمدردی کرنے کی۔" وہ بھنا گئی اور قریب تھا کہ اسے کچھ مار بیٹھتی سمعان ان کا جھگڑا سن کر وہیں چلا آیا۔

"خیریت۔ آج کیا ہو گیا ہے؟" مسکرا کر سوال اس سے کیا مگر وہ اس وقت سخت غصیلی نظروں سے بابر کو گھورنے میں مصروف تھی۔ ایک ہاتھ میں برش کو کسی ہتھیار کی مانند تھام رکھا تھا سامنے ایزل پاس کے برش کی جنبش کے لیے تیار کھڑا تھا۔

"محترمہ میرا پورٹریٹ بنانا چاہ رہی ہیں۔" بابر نے بتایا۔

"ناحق زحمت کر رہی ہیں۔" سمعان شوخی سے کہہ گیا۔

"کیا کیا؟" بابر چیخا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں پاگل ہوں میں جو اس ابوالہول کو آفر کر بیٹھی۔" اس نے تیکھے چتونوں سے بابر کو دیکھا۔

"شادی کی؟" شرمین لیمن پار لے اسکواش کے گلاس تھامے وہیں آ رہی تھی آخری بات اچک کر حماقت سے بول پڑی۔ سمعان اور بابر کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"جی نہیں۔" اس نے خونخوار نظروں سے شرمین کو گھورا اور پیر پٹختی اندر کی جانب بڑھ گئی۔

"اسے کیا ہوا؟" بھنویں اچکا کر سوال کیا۔

"انتہائی صدمہ۔" سمعان نے برجستہ کہا تو بابر کا غصہ ساتویں آسمان کو چھونے لگا جس پر شرمین کا قہقہہ جلتی پر تیل کا کام کر گیا۔

سمعان کی بہن کی تاریخ طے ہو گئی تھی وہ مٹھائی وغیرہ لے کر آیا تھا۔ عنبرین اور شرمین نے مبارکباد کے کارڈ بھی بھیجے اور فون پر بھی کافی لمبی گفتگو کی تھی۔ دوسری طرف اگلے ہی ہفتے عنبرین کا نکاح منعقد کرانے کا پروگرام بن گیا کیونکہ زبیر کو جلد ہی فلائی کر جانا تھا۔

دادی اماں نے تو صرف نکاح کرنے کے لیے ہی کہا تھا جس میں صرف چند قریبی عزیزوں کو بلانا تھا مگر چونکہ گھر کی پہلی خوشی تھی لہٰذا شرمین بہت ایکسائٹڈ ہو رہی تھی۔ مقررہ تاریخ سے ایک دن پہلے جب پھوپھی اپنے بڑے بیٹے عمیر اور بہو عائشہ کے ساتھ جوڑا لے کر آئیں تو بابر اور شرمین نے آرش کی مدد سے خوب رونق لگائی۔ ڈھولک بجا بجا کر بے سُری آوازوں میں گانے گائے گئے۔ پنڈی سے سمعان کی فیملی کے صرف دو ہی افراد کو آنا تھا ایک اس کی والدہ اور ایک سب سے چھوٹی بہن کو کیونکہ گھر پر بھی شادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ لہٰذا کچھ لوگ وہاں مصروف تھے۔

اس نے اور شرمین نے زبردست قسم کے سوٹ سلوائے تھے۔ نکاح والے دن جب وہ ڈارک پرپل کرنکل شیفون کے کرتے شلوار سوٹ پر بڑا سا دوپٹہ لیے باہر نکلی تو سب نے بہت زیادہ ستائشی نظروں سے اسے دیکھا۔ دوپٹے اور کرتے پر بنی سلور کامدانی چمک رہی تھی کانوں میں چاندی کے جھمکے اور سلور کھسے میں فرنچ ناٹ باندھے وہ واقعی دل میں اتر جانے کی حد تک اچھی لگ رہی تھی۔

بابر کی تلاش میں باہر نکلی تو اندر آتے سمعان سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔

"آئی ایم سوری۔" کہہ کر سائیڈ پر ہو گئی۔ سمعان اس کے اس روپ پر مبہوت سا رہ گیا۔ سیدھی اندر تک راستہ بناتی چلی گئی تھی وہ۔

"آپ کون ہیں بھئی؟" سمعان نے انجان بنتے ہوئے شوخی سے اسے دیکھا۔

"بڑا فلسفیانہ جواب ہے اس سوال کا۔ کہیں تو دوں۔" وہ ترکی بہ ترکی بولی تو وہ خوشدلی سے ہنس دیا پہلے دن کی ملاقات یاد آ گئی تھی۔

"ویسے تعریف کرنے کا یہ انداز خاصا پرانا تھا۔" ماتھے پر آئی لٹ پیچھے ہٹائی۔

"بائی دا وے آپ سے کس نے کہا کہ میں نے آپ کی تعریف کی ہے۔" بے نیازی اور قدرے تعجب خیز

لہجے میں پوچھا۔

" آپ کی آنکھوں نے۔" اعتماد اور سادگی سے کہتی وہ سمعان کو یکدم کوئی ماورائی مخلوق لگی۔

" آنکھوں کی زبان سمجھ لیتی ہیں آپ؟" سینے پر بازو لپیٹتے ہوئے اس کے لبوں پر ابھرنے والا سوال آخرش کو چھو نکل گیا۔ ذو معنی لہجہ بڑا گمبھیر تھا۔

" کہنے میں کیا حرج ہے۔" نظروں کا زاویہ بدلتے ہوئے شوخی سے کہتی وہ باہر نکل گئی۔ سمعان چند ثانیے اسے جاتا دیکھتا رہا کہ اچانک پشت پر شرمین کی شرارتی آواز گونجی۔

" وہ آئے اور آ کر چلے بھی گئے

نظر میں اب تک سمار ہے ہیں۔"

" کیا مطلب؟" وہ گڑبڑا سا گیا مگر جلد ہی حواس بحال کیے۔" وہ میں طاہر کو تلاش کر رہا تھا کہاں ہے وہ؟" نظریں ادھر ادھر بھٹکائیں۔

" وہ باہر ہیں شاید۔" بڑی دقتوں سے مسکراہٹ ضبط کی۔

" اچھا میں دیکھتا ہوں۔" وہ ایڑیوں پر گھوم گیا۔

" سنیں آپ کو وہ ملیں تو کہیے گا کہ اپنی ہیرپل چوڑیاں لے جائیں مجھ سے۔" وہ شرارت سے کہہ کر جھپاک سے کمرے سے نکل بھاگی۔ سمعان کھسیا کر مسکرا دیا اور باہر نکل آیا۔

بمشکل بابر کو ڈھونڈ سکی۔ وہ باہر کرسیاں اور میزیں سیٹ کروا رہا تھا۔ وہائٹ کلف لگے شلوار قمیص پر بلیک چادر کندھوں پر ڈالے بڑی ذمہ داری سے اپنے فرائض منصبی نبھا رہا تھا۔ وہ پرستائش نظروں سے دیکھتی اس کے پاس چلی آئی۔

" اوہو۔ بڑے غلام علی خان لگ رہے ہو پورے۔" انگوٹھے اور شہادت کی انگلی ملا کر داد دی۔

" تھینک یو۔" وہ کورنش بجا لایا۔" ویسے تم کون سے بیوٹی کانٹیسٹ میں جا رہی ہو؟" لہجے کو سنجیدہ بنایا۔

" کیا میں بہت اوور لگ رہی ہوں؟" وہ سنجیدہ ہو گئی۔ بابر کا فقرہ اس کو کانشس کر گیا تھا۔

" ارے نہیں بھئی۔ وہ تو میں تمہارا دل رکھنے کو کہہ رہا تھا۔" وہ دوستانہ انداز میں مسکرایا۔

" میرے دل کو تو تم رہنے ہی دو۔ بڑی قیمتی شے ہے تم نہیں رکھ سکتے اسے۔" اترا کر کہا اور پھر فوراً اپنے مقصد کی طرف آتے ہوئے بولی۔" مجھے ذرا مارکیٹ تک لے چلو پلیز۔"

" ہائیں۔ اس وقت جانتی ہو مہمان آنے والے ہیں۔" اس نے آنکھیں نکالیں۔

" آنے والے ہیں آئے تو نہیں۔ مجھے بکلے لینا ہے عنبرین کے لیے۔" وہ ضدی لہجے میں بولی۔

" بھئی میں تو نہیں جا سکتا پاپا نے میری ڈیوٹی یہیں لگائی ہے۔ تم سمعان بھائی سے کہہ دو۔ وہ ہی پھولوں کا انتظام کرنے جا رہے ہیں۔" اس نے صاف دامن بچایا تو وہ اسے تیکھی نظروں سے دیکھتی واپس آ گئی۔

سمعان گیٹ کی طرف جا رہا تھا۔ اس نے دو آوازیں دیں مگر جانے وہ کس دھن میں تھا مڑے بغیر چلے جا رہا تھا۔ وہ تقریباً بھاگتے ہوئے اس کی طرف لپکی۔ ڈیک بھی فل والیوم پر بج رہا تھا۔

" توبہ آپ کیا کان بند کر کے چلتے ہیں۔" قریب پہنچ کر پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان بمشکل کہہ سکی۔

" سوری مجھے اندازہ نہیں تھا کہ مجھے پکارا جا رہا ہے۔" وہ شرمندہ ہوا۔" آپ نام لے لیتیں شاید سن لیتا۔" وہ رک گیا تھا۔

" ایک تو آپ کا نام اس قدر لمبا چوڑا ہے کہ اگر کوئی جاں بلب مریض زندگی کے آخری لمحے میں پکارنا چاہے تو آدھا نام لینے سے پہلے ہی فوت ہو جائے۔" وہ جلبلا کر بولی۔

" نہیں خیر اب ایسا بھی کوئی مشکل کام نہیں آپ آزما کر دیکھ لیجیے گا۔" بظاہر بڑی متانت سے جواب ملا تھا مگر آنکھوں میں تبسم لہراتا دیکھ کر وہ جز بز ہو گئی۔

" اللہ نہ کرے۔ آپ تو مجھے ابھی سے مرحوم کرنے کے درپے ہیں۔ ابھی تو میں نے زندگی میں کچھ دیکھا بھی نہیں۔" وہ دہل گئی تھی تنک کر بول پڑی۔

" میرا وہ مطلب نہیں تھا جو آپ سمجھی ہیں۔" وہ اچانک ہی سنجیدہ ہو گیا تو اسے بھی اپنا کام یاد آ گیا جلد ہی اسے روکنے کی وجہ بتائی۔

Scanned with CamScanner

"اوکے۔ مگر مجھے تو فوراً جانا ہے۔" سمعان نے رسٹ واچ پر نظریں دوڑائیں۔

"میں بھی بس ایک سیکنڈ میں آئی۔" وہ جلدی سے کہہ کر پلٹی اور دادی اماں کے پاس چلی آئی۔ ان سے اجازت لینا بھی ضروری تھا۔

"اچھا مگر جلدی آجانا۔" دادی اماں نے متذبذب ہو کر اجازت دے دی۔

"بس میں یوں گئی اور یوں آئی۔" چٹکی بجا کر انہیں مطمئن کیا اور سمعان کی گاڑی میں آبیٹھی۔

پھولوں کے ہاروں کا آرڈر دیا ہوا تھا۔ وہ تیار رکھے تھے۔ پے منٹ کر کے انہیں ڈکی میں رکھوا کر سمعان اسے دو تین شاپ کے بکے پسند کروانے لگا۔ بالآخر اسے ایک بکے مل ہی گیا۔ خرید کر وہ پلٹ ہی رہی تھی کہ سڑک کی دوسری جانب بنے فائیو اسٹار ہوٹل کے دروازے سے اندر جاتے میر جلال شاہ اور ان کے ساتھ ایک پرکشش سی لڑکی کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

"میر جلال شاہ؟" لبوں نے بے آواز جنبش کی۔ سمعان کی نظریں اس کی نگاہوں کے تعاقب میں جا کر لوٹ آئیں۔ یہاں ان کی کئی فرمز اسٹیبلش تھیں مگر ان کے ساتھ یہ کون لڑکی تھی جو اس قدر بے تکلفی سے ہاتھوں میں ہاتھ دیے بڑے انداز سے چل رہی تھی۔

"یہ میر جلال شاہ اینڈ کو کے ڈائریکٹر کی بیٹی ثوبیہ ہے۔" سمعان نے جیسے اس کی آنکھوں میں تحریر سوال پڑھ لیا تھا۔ آرش نے چونک کر استہزائیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔

"آپ انہیں۔ آئی مین آپ جانتے ہیں ان دونوں کو؟" وہ حیران اور متعجب تھی۔

"جی۔ میں ان کی فرم میں چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ ہوں۔" اس کے سوال کا جواب دے کر اس نے گاڑی ان لاک کی اور اندر بیٹھ کر اس کی جانب کا دروازہ بھی کھول دیا۔ وہ چپ سی اندر بیٹھ گئی۔

میر جلال شاہ کو اپنی ہی عمر کی ایک لڑکی کے ساتھ دیکھ کر اسے واقعی شاک لگا تھا۔ اسے اپنے نام سے منسوب کرنے کے بعد بھی وہ یوں دوستیاں نبھاتے پھر رہے تھے۔ جبکہ وہ اپنے آپ کو کس طرح سینت سینت کر رکھ رہی تھی صرف اس لیے کہ وہ ایک سوبر سے شخص کی امانت تھی۔

"مائی گاڈ۔ میں میر جلال کو کتنا پُروقار اور سوبر سمجھتی تھی اور وہ لڑکیوں کے ساتھ ہوٹل میں شامیں گزارتے ہیں۔" شاک کے بکے پر اس کی گرفت سخت ہو گئی۔

سمعان نے کن انکھیوں سے اس کی جانب دیکھا۔ وہ شاکڈ سی بیٹھی ہونٹ کاٹ رہی تھی۔

"ٹھیک تھا کہ میر جلال ایک انتہائی ویل اف فیملی سے تعلق رکھتے تھے اور ایسی دوستیاں افورڈ کر سکتے تھے مگر اسے اپنے نام کی انگوٹھی پہنانے کے باوجود بھی ان کا دل نہیں بھرا تھا۔ گویا پوری جوانی ایک بیوی اور بچے کے ساتھ گزارنے اور ادھیڑ عمر میں ایک کومل اور کم سن لڑکی کو اپنے نام ریزرو کروانے کے باوجود ان کے اطوار وہی تھے جو کہ اکثر عیاش مل اونرز کے ہوتے ہیں۔

"تو وہ اس لیے یہاں بھاگ بھاگ کر آتے ہیں۔ ورنہ کراچی میں تو اپنی نیک نامی اور نام نہاد سوبرٹی کی انہوں نے اچھی خاصی دھاک بٹھائی ہوئی تھی۔" وہ سوچ سوچ کر الجھ رہی تھی۔

"کیا یہ دونوں ایک دوسرے کے فرینڈز ہیں؟" کافی دیر بعد اس نے خود کو کچھ پوچھنے کے قابل بنایا تو سر جھکائے جھکائے سمعان سے استفسار کیا۔

"ہاں شاید۔" اس کی نظریں ونڈ اسکرین پر جمی تھیں۔ بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔

"مگر اس دوستی کا دائرہ کچھ زیادہ وسیع ہے۔" وہ نہ چاہنے کے باوجود کہہ گیا۔

"کیا مطلب؟" وہ ساکت رہ گئی۔

"میرا خیال ہے آرش کہ آپ اپنے پاپا کے فیصلے پر نظر ثانی کر لیں۔ ابھی فیصلہ کا اختیار آپ کے پاس بھی ہے۔" روشنیوں سے بقعہ نور بنے "دانش حق ولا" کے گیٹ پر گاڑی روک کر وہ خلوص سے کہتا باہر نکل گیا۔

وہ کیا کہہ گیا تھا وہ واقعی سمجھ نہیں سکی۔ یوں ہی سوچوں میں الجھتی باہر نکلی تو سامنے کھڑی پاپا کی وہائٹ مرسیڈیز دیکھ کر بے تحاشہ خوش ہو گئی۔ تمام

Scanned with CamScanner

سوچوں کو پسِ پشت دھکیلا اور بھاگتے ہوئے اندر آئی، کافی سارے مہمان آچکے تھے۔

وہ لپک کر دادی اماں اور چچی بیگم کے پاس کھڑی ممی کے گلے میں جھول گئی۔ ممی نے ایک پُر تکلف سا بوسہ اس کی پیشانی پر ثبت کر دیا۔

"کیسی ہو سویٹ ہارٹ؟" مخصوص جملہ اپنے ٹیپکل انداز میں کہنے کے باوجود وہ آج انہیں اتنے دنوں کے بعد دیکھنے کی وجہ سے مسرور نظر آرہی تھی۔

عادل نہیں آیا تھا، صرف ممی پاپا اور سونو آئی تھی۔ پاپا سے مل کر سونو کی تلاش میں اندر آئی تو وہ عنبرین کے پاس کمرے میں بیٹھی نظر آئی عروسی جوڑے میں عنبرین بہت پیاری لگ رہی تھی، سونو اس کی تعریف میں رطب اللسان تھی کہ اس نے پیچھے سے آکر اس کی آنکھوں پہ ہاتھ رکھتے ہوئے سب کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

"رشی ہے۔" وہ لمحوں میں جان گئی اور ہاتھ پکڑ اسے اپنے مقابل کر لیا۔ آرشی کی ہنسی کھنک گئی۔

"نالائق گرل میں تمہارا کب سے انتظار کر رہی تھی؟" مسکرا کر شکوہ کیا۔

"سوری میں باہر چلی گئی تھی۔" اس نے بکے بڑی محبت سے عنبرین کی طرف بڑھا دیا جسے اس نے شکریے کے ساتھ تھام لیا۔

"اوہ گاڈ! آج کتنے دنوں بعد تمہیں دیکھ رہی ہوں۔" وہ سونو سے لپٹ گئی۔

"جی۔ وہ بھی اس لیے کہ ہم آگئے ورنہ تو تم نے تو ایک مرتبہ بھی یاد کرنے کی زحمت نہیں کی۔" سونو خفا سی ہو رہی تھی۔

"ہاہ۔ ہے تجھ کو بھولی ہی کہاں ہوں جو تجھے یاد کروں۔" لہک کر مصرعہ پڑھا۔

"پوری کریٹ ہوتی جا رہی ہو تم۔" سونو نے اس کا کان قبضے میں کر لیا۔ وہ شرارت سے جھک کر کان چھڑا گئی۔

"اچھا خیر یہ بتاؤ جونیئر سونو کدھر ہے۔" بھانجی کے متعلق پوچھا تو پتا چلا وہ سو رہی تھی، ذرا ہی دیر میں پورا گھر مہمانوں سے بھر گیا تھا۔ شرمین کے اصرار پر اس نے میک اپ کیا اور چوڑیاں پہن کر تیاری مکمل کی۔

پاپا ممی پنڈی کے ہوٹل سے بائی کار آئے تھے لہٰذا وقت پر ہی پہنچے تھے۔ وہ اپنی بھانجی سوئٹی کو لے کر ممی پاپا کے پاس چلی آئی۔ زبیر بھائی "نوشے میاں" پہنچ چکے تھے، قیامت کا شور مچا تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی وہ سوئٹی میں مگن تھی جسے اپنے کپڑوں کا خیال کیے بغیر بمشکل بازوؤں میں قید کیا ہوا تھا۔

ممی نے دو تین بار اسے سرزنش کی کہ بچی کو گورنس کے حوالے کر دے مگر وہ اور کسی کی مان لے مشکل سے ہی ہوتا تھا۔ نکاح ہو گیا تو مبارک سلامت اور کیمروں کی کلک کا شور مچ گیا، سوئٹی گھبرا کر ماما کی رٹ لگانے لگی تو وہ اسے سونو کے حوالے کر کے کیمرہ لیے اسٹیج پر آگئی اور اسی شور کا حصہ بن گئی۔

سمعان نے اسے دیکھا۔ ذرا دیر پہلے والی آرش حسن کا تو شائبہ بھی نہ تھا اس کے چہرے پر۔ بے تحاشہ قہقہے لگاتی بابر اور شرمین کے ساتھ زبیر اور عنبرین کو زچ کرتے ہوئے وہ اسے اس آرش سے یکسر مختلف لگی جو بمشکل ایک گھنٹے پہلے اس کے سامنے میر جلال کو دیکھ کر شاکڈ ہو گئی تھی۔

"تم کیا ہو آرش حسن۔ میں تمہیں واقعی سمجھ نہیں سکا۔" اسے فوکس میں لے کر تصویریں اتارتے ہوئے وہ سوچے گیا۔

رات کو اس کے ساتھ کنگ سائز بیڈ پر لیٹی عنبرین اور شرمین گہری نیند سو گئی تھیں۔ جبکہ وہ اب تک نیند کے لیے محوِ انتظار تھی، میر جلال اور اس لڑکی کی ثوبیہ کے سراپے تصور کے پردے پر ابھر ابھر کر ڈوب رہے تھے۔ وہ کروٹیں بدل بدل کر اپنا ذہن کسی اور طرف لگانے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھی مگر کسی طور دھیان بٹ نہیں رہا تھا۔

وہ پتھر نہیں تھی بے جان کہ چہرے کی طرح احساسات کو بھی سپاٹ بنا لیتی۔ دل تو اس کے سینے میں بھی

Scanned with CamScanner

دھڑکتا تھا۔ جس میں جذبات بھی پنپتے تھے اور تمنائیں بھی بیدار ہوتی تھیں مگر وہ لوگوں کو خود پر ترس کھانے کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتی تھی۔ ان کی آنکھوں میں اپنے لیے ہمدردی کی بھیک نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ جب ہی تو دل کا حال کسی پر ظاہر کرنے سے گریزاں رہتی تھی حتیٰ کہ خود پر بھی۔ اپنے آپ سے بھی نظریں چُرا جاتی تھی مگر کب تک ہر مرتبہ سب کی باتیں اسے پھر سے بکھرا دیتیں اور وہ نئے سرے سے خود کو جوڑنے لگتی۔ پھر ٹوٹتی اور پھر جُڑتی اسی ٹوٹ پھوٹ کے عمل نے اسے ریزہ ریزہ کر دیا تھا۔

مگر ظاہری طور پر وہ ایک مکمل مسرور اور خوش باش لڑکی تھی۔ جسے اپنے ساتھ رونما پذیر ہونے والے حالات سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ سب اسے شاید بے حس سمجھتے تھے۔

" ہاہ۔ کاش میں یہ دل چیر کر کسی کو دکھا سکتی جو ہزار ہا داغوں اور زخموں سے بھرا پڑا ہے۔" آسمان پر بارہ تاریخ کا چاند اداس اداس سا لگ رہا تھا۔ کھڑکی کے پٹ سے لگی وہ ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکے اپنے اوپر روک رہی تھی۔

میر جلال کے ساتھ ہی سوچ کے دھارے سمعان علی کی طرف مڑ گئے۔ اس کا فقرہ اب تک ذہن کی وادی میں بازگشت بن کر گونج رہا تھا۔

" سمعان علی۔" ہونٹوں نے بے آواز جنبش کی۔ اس نے سر دونوں ہاتھوں میں تھام کر کہنیاں کھڑکی کے پٹ پر ٹکا دیں۔

ے زندگی سے یہی گلہ ہے مجھے
تو بہت دیر سے ملا ہے مجھے

" دانش بھائی آپ کو بہت مبارک ہو۔ اللہ نے بڑے فرض سے آپ کو سبکدوش کیا۔" بیگم تابش صبح ناشتے کی میز پر اپنے دیور سے خوشگوار موڈ میں کہہ رہی تھیں۔

" شکریہ بھابی۔ بس دعائیں ہیں آپ کی اور اس کا کرم۔" دانش صاحب اوپر کی طرف اشارا کر کے مسکرا دیے۔ ینگ جنریشن کے علاوہ سب میز پر موجود تھے۔

" واقعی چچا جان! دونوں کی بہت اچھی جوڑی ہے۔ سونو نے بھی باتوں میں حصہ لیا۔ " آپ نے بہت اچھا فیصلہ کیا۔"

" بس بیٹا! ایسے فیصلے سوچ سمجھ کر ہی کرنے کے ہوتے ہیں۔" دادی امّاں نے بڑے گہرے انداز میں کہا۔ تابش حسن اور ان کی بیگم ان کی بات کو پا گئے اسی لیے نظریں جھکائے رہے۔

" سب کچھ دیکھنا پڑتا ہے عمر، خاندان اور شرافت ذرا سی کوتاہی کسی کی پوری زندگی کو داؤ پر لگا دیتی ہے۔" بیگم دانش نے ساس کا ساتھ دیا۔

" اور پیسہ۔" بیگم دانش نے بڑی نخوت سے کہا۔

" پیسہ تو آنی جانی چیز ہے فرحانہ بیٹا۔ ہاتھ کا میل ہے جو کبھی کبھی دل کا میل بھی بن جاتا ہے۔" دادی امّاں نے بردباری سے جواب دیا۔

" مگر اس کی اہمیت سے انکار تو نہیں کیا جا سکتا اماں جان۔" تابش حسن کا نکتہ قابلِ غور تھا۔

" ضرور بیٹا مگر اسے دین ایمان اور پرکھ کا معیار بنانا بھی دانشمندی نہیں۔" دادی امّاں کے لہجے میں چھپا مقصد سب کو معلوم تھا۔ ان کا اندازِ ناصحانہ فرحانہ بیگم کو سخت چبھ رہا تھا۔ تابش حسن نے ماں کو استفہامی نظروں سے دیکھا۔

" میرا مطلب تم اچھی طرح سمجھتے ہو تابش۔" انہوں نے لفظوں کے ہیر پھیر سے نکل کر سیدھے سیدھے بات شروع کر دی۔ " میں آرش کے متعلق تمہارے فیصلے سے مطمئن نہیں۔" ان کے جملے کے اختتام پر سب کے ہاتھ ٹھٹھک گئے۔ ایک ساتھ کئی نظروں نے تابش حسن صاحب کو اپنی گرفت میں لے لیا۔

" امّاں جان اس موضوع پر ہم ایک لاحاصل بحث کر چکے ہیں۔ اب اس کو دوبارہ چھیڑنے سے کوئی فائدہ نہیں۔" یکدم ان کا لہجہ فیصلہ کن اور خشک ہو گیا۔

" زندگیوں کے فیصلے یوں جلد بازی میں نہیں ہوتے بھائی جان۔" دانش حسن کو بالآخر کہنا پڑا۔

" تم سے کس نے کہا کہ میں نے یہ فیصلہ عجلت

Scanned with CamScanner

میں کیا ہے؟" وہ قدرے رکھائی سے بولے: "یہ رشتہ میں نے اور فرحانہ نے سوچ سمجھ کر طے کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں بحیثیت والدین ہم نے آرش کے مستقبل کی بہتری کو مدِنظر رکھا ہے اور ہم سے زیادہ کوئی اور اس معاملے کو خلوص سے نہیں دیکھ سکتا۔ ان کا انداز ہتک آمیز تھا۔

"اب دیکھیے نا امی جان:" فرحانہ بیگم کو شوہر کی حمایت حاصل ہوئی تو فوراً بولیں: "آرش ہماری بیٹی ہے اس کے بارے میں ہم سے زیادہ کون بہتر سوچ سکتا ہے۔ ویسے بھی میر جلال جیسے بائی اسٹینڈنگ والے شخص کے ساتھ رہ کر تو آرش کی لائف بن جائے گی۔ وہ کروڑوں میں کھیلے گی۔ ہر طرح کی لگژری اسے حاصل ہوگی تو بھلا زندگی میں اور کیا چاہیے:" فرحانہ بیگم کی بات ان کی مادی سوچ کی عکاس تھی۔

"مگر ذہنی مطابقت بھی ایک خوشگوار ازدواجی زندگی گزارنے کے لیے ازحد ضروری ہوتی ہے بھابی! جو عمروں کے اس قدر تضاد کے باعث دونوں فریقین کے مابین استوار ہونا دشوار ہو جاتی ہے۔" بیگم دانش نے رسانیت سے کہا۔

"آپ نے ٹھیک کہا رابعہ میں مانتی ہوں۔" فرحانہ بیگم پُرجوش انداز میں بولیں "مگر کچھ پانے کے لیے کچھ نہ کچھ تو کھونا ہی پڑتا ہے۔ اب ساری چیزیں تو نہیں ایک وقت میں مل نہیں سکتیں نا۔ ہر شخص میں کوئی نہ کوئی کمی ہوتی ہی ہے۔ میر جلال عمر میں آرش سے کچھ بڑے سہی مگر ان دونوں کی طبیعتوں میں خاصی ہم آہنگی ہے، مجھے امید ہے کہ وہ دونوں ایک خوشگوار میرڈ لائف گزاریں گے۔" مبالغہ آمیزی سے کہتے ہوئے انہوں نے رعونت سے بال جھٹکے۔

سب اپنی جگہ چپ کے چپ رہ گئے اور خاموشی سے ناشتا زہر مار کرنے لگے۔

"مگر کیا تم نے آرش سے پوچھا تھا؟" دادی اماں نے سنجیدگی سے کڑا استفسار کیا۔

"وہ ہماری بیٹی ہے اماں جان۔ وہ بھلا کیسے انکار کر سکتی ہے۔" تابش حسن صاحب کے لہجے میں مان تھا فخر تھا جو کہ بے جا ہرگز نہ تھا۔

"گویا تم نے اس سے پوچھنے تک کی زحمت گوارا نہ کی:" دادی اماں نے بے حد تاسف سے بیٹے اور بہو کو دیکھا۔

"اسے اگر انکار ہوتا تو وہ خود کہہ دیتی امی جان۔ ہم نے اپنے بچوں کی تربیت اس انداز میں کی ہے۔ وہ خلافِ مرضی بات کو برداشت ہی نہیں کر سکتے:" فرحانہ بیگم نے لاپروائی سے کندھے اچکاتے ہوئے یوں کہا جیسے یہ کوئی عام سی بات ہو۔

"پھر بھی بیٹا! تم کو اس کی رضا معلوم کرنی چاہیے تھی۔ یہ تو سنتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔" دادی اماں نے افسردگی سے شکستہ لہجے میں کہہ کر بات ختم کر دی اور مزید کچھ سنے بغیر اٹھ کر کمرے سے نکل گئیں۔

"بھائی جان! امی کو آپ کے اس فیصلے سے بہت دکھ پہنچا ہے:" ان کے جانے کے بعد رابعہ بیگم نے جیٹھ کی طرف بڑی آس سے دیکھتے ہوئے صاف گوئی سے کہا۔

"اماں جان خواہ مخواہ کی ضد کر رہی ہیں۔ میرا نہیں خیال کہ میر جلال میں کوئی برائی ہے:" وہ غصے سے بھڑک اٹھے۔ تیوریوں پر بل پڑ گئے۔

"بات یہ نہیں ہے بھائی جان۔ دراصل ان دونوں کا آپس میں کوئی جوڑ نہیں:" دانش حسن نے ان کے غصے کو دیکھتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا۔

"کیسے جوڑ نہیں:" وہ مشتعل ہو کر کھڑے ہو گئے۔ "ایک مل اونر کی بیٹی کا جوڑ ایک انڈسٹریلسٹ سے ہی ہو سکتا ہے۔ آرش کے متعلق میں نے فیصلہ کر دیا ہے اور اب اس سلسلے میں، میں کوئی بات نہیں سننا چاہتا۔" وہ طیش سے پیر پٹختے باہر نکلے تو ان کے پیچھے فرحانہ بیگم بھی غرور سے سر اٹھائے ڈرائنگ روم چھوڑ گئیں۔

دانش حسن اور رابعہ انہیں تاسف سے جاتا دیکھتے رہ گئے۔

"پلیز چچا جان! آپ پاپا سے بحث مت کریں۔" سونو جو۔ اتنی دیر سے خاموش تماشائی بنی بیٹھی تھی اٹھ کر چچا کے قریب آ گئی: "پاپا بہت ضدی ہیں۔ ان کے فیصلے پتھر پر لکیر ہوتے ہیں۔ آرش نے بھی ان کے آگے زبان نہیں کھولی۔ آپ سب کی حمایت

Scanned with CamScanner

اس کے کسی کام کی نہیں۔ اس کا لہجہ درد سے چور تھا۔ "اب ان سب باتوں کا کوئی فائدہ نہیں۔" سونو نے آنکھوں میں آئی نمی چھپانے کے لیے سر جھکا دیا۔

باپ کے فیصلوں کی قربان گاہ کو اپنی بھینٹ دینے کے بعد وہ بھی نہیں چاہتی تھی کہ اس کی چھوٹی بہن ان ہی خار زاروں میں آبلہ پائی کی سزا جھیلے مگر وہ خود بھی بے بس اور لاچار تھی۔ دولت کی اندھیر نگری میں چوپٹ راجا کا کیا گیا ہر فیصلہ ماننا پڑتا تھا وہ جانتی تھی۔

"مجھے معلوم ہے بیٹا! میں تمہارے پاپا کی ضد اور اس کے ہولناک نتائج سے واقف ہوں۔" دانش حسن نے گہری سانس بھرتے ہوئے افسردگی سے بھتیجی کا سر تھپتھپایا اور آرش کے حق میں دعا مانگ کر رہ گئے۔

شام کی فلائٹ سے پاپا ممی اور سونو چلے گئے۔ ان کے اور دادی اماں کے درمیان ہونے والی گفتگو کا اسے علم نہ تھا مگر ایئرپورٹ پر پاپا کا موڈ آف دیکھ کر اور سونو کے چہرے پر پھیلی سوگواریت سے اسے اندازہ ضرور ہو گیا تھا کہ کوئی بات ہو گئی ہے۔ ممی اسے ساتھ لے جانے کے لیے مصر تھیں مگر اسے تمام گھر والوں کی حمایت حاصل تھی لہٰذا ان کی ایک نہ چلی۔ البتہ اسے رزلٹ کے آؤٹ ہوتے ہی گھر آنے کا وعدہ کرنا پڑا تھا جسے طوعاً و کرہاً اس نے جان بخشی کی خاطر قبول کر لیا تھا۔

تابش صاحب نے ماں اور بھائی سے اچھی خاصی بحث کرنے کے بعد جب دوپہر کا رخ بہن کی طرف کیا تو وہاں بھی کچھ ایسی ہی صورتحال پیش آ گئی۔ پھوپھی بیگم نے بھی ان کو بہت سمجھایا مگر وہ غصے میں بھرے وہاں سے بھی چلے آئے۔

انہیں سی آف کر کے وہ واپس آئی تو کل کے فنکشن کے باعث گھر بہت الٹا پڑا تھا۔ شرمین کام والی کے سر پر سوار کام کروا رہی تھی۔ وہ عنبرین کے ساتھ مل کر چیزیں ٹھکانے پر پہنچانے لگی جو نہ جانے کیسے اور کس طرح ایک کمرے سے دوسرے کمرے تک کا سفر کر چکی تھیں۔ ٹی وی لاؤنج تو یوں لگ رہا تھا جیسے ابھی ابھی چنگیز خان کی فوجیں ہر شے کو تاخت و تاراج کرتی گزری ہوں۔

"ارے تم یہاں خاموش بیٹھی ہو۔" شرمین اسے تلاش کرتی لان کی طرف آ نکلی۔

"ہوں۔ بس ایسے ہی۔" ڈائننگ روم کی شیشے والی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے بیٹھے اس نے سر اٹھا کر جواب دیا۔

"خیریت کیا گھر والے یاد آ رہے ہیں؟" اس کے قریب ہی پھسکڑا مار کر بیٹھتے ہوئے قدرے رازداری سے سوال کیا گیا۔

"ہاں میں سوچ رہی ہوں کہ مجھے اب گھر چلا جانا چاہیے۔" اس نے پرخیال لہجے میں کہا تو شرمین بدک گئی۔

"ہرگز نہیں۔ میں نے فرحانہ آنٹی کی خفگی کے باوجود تمہیں اس لیے نہیں روکا کہ تم دوسرے ہی دن جانے کی رٹ لگا دو۔" شرمین کے دھمکی بھرے انداز میں اپنائیت تھی۔

"مگر مجھے یہاں آئے ہوئے پورا ڈیڑھ ماہ ہو گیا ہے شرمین!"

"سو واٹ۔ تم نے پورے چھ مہینے کا یعنی کہ نصف سال کا وعدہ کیا تھا۔" وہ واقعی راضی نہ تھی۔

"بیوقوفی تھی میری۔" وہ نروس ہو گئی۔

"تو اب خود بھگتو۔" شرمین نے آنکھیں نکالیں۔ "کان کھول کر سن لو آرش کی بچی میں تمہیں فاکہ کی شادی سے پہلے ہرگز جانے نہیں دوں گی۔" اس نے پندرہ دن بعد منعقد ہونے والی سمعان کی بہن کی شادی کا ذکر کیا جو کہ پنڈی میں ہونے والی تھی۔ خاص طور پر اسے روکا ہی اس لیے تھا کہ ساتھ انجوائے کریں گے۔

"ویسے تمہیں بیٹھے بٹھائے گھر کی یاد کیسے آ گئی۔ تمہیں تو ویسے بھی وہاں بوریت ہی ہوتی تھی۔" شرمین نے بغور اسے دیکھا۔

"ہاں وہ تو ہے۔ پاپا اور عادل بھائی کی بزنس ایکٹویٹیز اور ممی کی سوشل ورکنگ کی وجہ سے میں تو بس اکیلے ہی رہ رہ کر پاگل ہونے لگتی ہوں۔" اس نے تائید کی۔

"اسی لیے تو میں تمہیں جانے نہیں دے رہی۔" شرمین اپنے کارنامے پر خوشی سے چہکی۔ "ویسے عادل بھائی کل آئے کیوں نہیں؟"

Scanned with CamScanner

"ممی کہہ رہی تھیں کہ وہ آج کل ذرا مصروف رہتے ہیں۔" اس نے ممی کا جملہ دہرا دیا کیونکہ اس کی معلومات تو شرمین سے بھی زیادہ گئی گزری تھیں۔

"سنا ہے آنٹی نے ان کے لیے لڑکی پسند کرلی ہے۔" شرمین کے پاس سوالات کا خزانہ تھا۔

"ہاں۔ ممی کی فرینڈ کی بیٹی ہے۔"

"تم کبھی گئی ہو اس سے ملنے۔" اسے کھد بد لگی تھی۔

"اس کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ وہ محترمہ ہر دوسرے دن ہمارے گھر آدھمکتی ہیں۔" وہ استہزائیہ انداز میں ہنس پڑی۔ "اور جو ہفتے عشرے میں بھائی کی شکل نظر آجاتی تھی۔ اب تو اس سے بھی گئے۔ کیا تم یقین کروگی کہ جب میں یہاں آئی تھی تو بھائی سے ملے مجھے پورے تین ہفتے گزر چکے تھے۔ اب تو دو ماہ سے بھی اوپر ہو گئے ہیں۔" اس کے لہجے میں یاسیت در آئی۔

"تو کیا تم لوگ ناشتے یا لنچ پر بھی ساتھ نہیں ہوتے۔" شرمین نے حیرانی سے دریافت کیا۔ جواب میں وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

"ناشتا یا لنچ۔ ارے ہم تو کبھی ڈنر بھی ساتھ نہیں کرتے۔" وہ ہنوز ہنستے ہوئے بول رہی تھی۔

"صبح جب میں اسکول یا کالج کے لیے نکلتی تھی تو سب سو رہے ہوتے تھے اور واپسی پر سب اپنے اپنے دھندوں کے لیے گھر سے نکل چکے ہوتے تھے۔ رہ گیا ڈنر تو وہ اکثر کسی نہ کسی پارٹی یا فنکشن کی نذر ہو جاتا اور اگر ایسا نہ ہوتا تو بھی مجھے تو جلدی ہی کھانا پڑتا تھا کیونکہ صبح صبح ہی اٹھ کر کالج جو بھاگنا ہوتا تھا۔" اس نے مزے سے بتایا۔ شرمین نے تاسف سے اس کے چہرے پر بجھی جلتی ہوئی مسکراہٹ دیکھی۔

"سال میں ایک آدھ مرتبہ اگر جو کبھی ہم تمام گھر والے ساتھ بیٹھ بھی جائیں تو ہمیشہ ہی بزنس ڈیلنگ، نفع نقصان اور سوشل ایکٹیویٹیز ہی ڈسکس ہوتی ہیں کبھی کبھی تو مجھے لگتا ہے کہ میں کسی "اسٹاک ایکسچینج" میں رہتی ہوں۔" وہ بتاتے بتاتے سنجیدہ ہو گئی۔

شرمین اس کے خاموش ہونے پر بھی چپ ہی بیٹھی رہی سمجھ میں نہ آیا کہ اسے تسلی دے یا کوئی دلاسا دینے کی کوشش کرے۔

"اب ایسی بھی کوئی ہولناک کہانی نہیں سنائی میں نے جو یوں صدمے کی کیفیت میں بیٹھی ہو۔" شرمین کے چہرے کے تاثرات پر اسے ہنسی آگئی۔ ایک ہاتھ رسید کرتے ہوئے ہنس کر بولی تو وہ خفگی سے اسے دیکھنے لگی۔

"کوئی ضرورت نہیں اس طرح مسکرانے کی۔" وہ چڑ سی گئی۔ "یہ تم ہر وقت کسی تو تھ پیسٹ کا اشتہار بن کر یہ کیوں ظاہر کرنے کی کوشش کرتی ہو کہ تم بے حد خوش ہو جبکہ تمہاری آنکھیں زبان حال ہو کر کہتی ہیں کہ۔

کچھ تو ہی میرے درد کا مفہوم سمجھ لے
ہنستا ہوا چہرہ تو زمانے کے لیے ہے

شرمین کی بات پر اس کے لبوں پر ٹھہرا تبسم معدوم ہو گیا۔

"یوں خود کو مسرور ریوز کرنے سے تمہارے اندر کی رنجیدگی اور تشنگی چھپتی نہیں رہتی بلکہ تم متضاد کیفیت کا شکار ہو کر مزید دکھی لگنے لگتی ہو۔" وہ گمبھیر سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

"شرمین!" اس نے جیسے سسکی لی۔

"میں ٹھیک کہہ رہی ہوں ارش! تم سب کو دھوکا دینے کی کوشش میں درحقیقت خود فریبی کا شکار ہو۔" عجیب تھی شرمین بھی اسے خار زاروں میں گھسیٹ لیتی تھی فوراً۔

"میں تو تمہاری کزن ہوں اتنی قریبی دوست بھی ہوں۔ بہت انڈر اسٹینڈنگ ہے ہمارے درمیان پھر تم اپنے دل کی بات کیوں چھپاتی ہو رشی۔" وہ اسے کھوج لینے پر کمربستہ تھی۔

"کس نے کہا کہ ایسا ہے۔" خود کو بدقت سنبھالتے ہوئے اس نے شرمین کے چہرے پر نظریں جمائیں۔

"میں خود بھی عقل رکھتی ہوں سمجھیں۔" وہ زچ ہو گئی۔

"رشیلی!" اسے ہنسنے کا بہانہ مل گیا۔

"بھاڑ میں جاؤ تم۔ میں ہی پاگل ہوں جو تمہارے سر پھوڑ رہی اتنی دیر۔" غصے سے بل کھاتی وہ اٹھی

Scanned with CamScanner

اور وہ پیر دھپ دھپ کرتی اس کے پکارنے کے باوجود اندر چلی گئی۔

"شرمین اوہ! میری بات تو سنو۔" وہ اسے آوازیں لگاتا اندر آیا تو وہ اپنے کمرے میں بند ہو چکی تھی۔

"کیا ہوا ناراض ہو گئی کیا؟" طاہر نے ڈرائنگ روم سے آواز لگا کر پوچھا۔

"ہوں!" اس نے منہ بسورا۔

"مگر کس لیے؟" حیرانی کا اظہار ہوا۔

"یہی معلوم کرنے جا رہی ہوں۔" وہ کسی کی مدد کی طلب کا خیال رد کرتے ہوئے خود ہی دروازہ کھول کر اندر آ گئی۔ شرمین منہ پھلائے بیڈ پر بیٹھی تھی۔

"ایمان سے شرمین تم بھی بس عجیب ہی ہو۔ نقطے سے افسانہ بنا لیتی ہو پھر عنوان کے لیے جھگڑنا شروع کر دیتی ہو۔" اس کے پاس بیٹھ کر اس کا ہاتھ تھاما تو شرمین نے غصے سے جھٹک دیا۔ اس نے مسکرا کر کان پکڑ لیے۔

"اچھا بھئی لو۔ معافی مانگتی ہوں اب جو کبھی کسی معاملے میں بھی راز داری برتی تو جو چور کی سزا وہ تمہاری۔" سنجیدگی سے کہتے کہتے وہ شوخ ہو چلی تو شرمین نے بھی آج کے لیے اتنا ہی کافی سمجھ کر اس کی جان بخش دی۔ اسے اندازہ تھا کہ زیادہ کھینچو تو رسی ٹوٹ بھی سکتی ہے جبکہ اسے تو صرف بل نکالنے تھے۔

"چلو چل کر عنبرین کا ریکارڈ لگاتے ہیں پھر زبیر بھائی کو بھی فون کریں گے۔" شرمین کو نرم پڑتا دیکھ کر اس کا ہاتھ کھینچا۔

"اب تمہارے ہاتھ یہ ایک اور تفریح آ گئی ہے۔ لڑکی میں کہتی ہوں سدھر جاؤ۔" اس کو تیکھے تیوروں سے دیکھتے ہوئے شرمین نے کہا مگر اس پر مطلق اثر نہ تھا۔ کورٹ شوز میں پیر پھنساتے ہوئے وہ عنبرین کو چھیڑنے کا منصوبہ تشکیل دے رہی تھی۔

"کیا ہو تم آرش۔ ابھی باہر اتنی سنجیدہ اور رونی شکل بنائی ہوئی تھی اور اب پوری شاہی مسخرے کی مانند لگ رہی ہو۔" وہ بھنائی ہوئی تھی۔

؎ کہیں ہوں ولولہ دل کا، کہیں ہوں ضبط عاقل کا
روانی میں کہیں دریا، کہیں رکنے میں ساحل ہوں

بڑے جذب سے پڑھا گیا شعر اندر آتے سمعان کے دل میں اتر گیا۔ واقعی اس کی شخصیت کی مفصل تشریح تھی اس شعر میں اپنی بھرپور لطافت سمیت۔ وہ دروازے سے پلٹ گیا۔

سمعان بھائی کی شادی کی وجہ سے ایک ہفتے پہلے ہی جا رہا تھا۔ وہ سب بھی اپنی اپنی تیاریوں میں مصروف تھے، چچی بیگم کی بہن کے گھر خوشی تھی لہٰذا وہ بے حد مسرور نظر آتی تھیں۔

اس شام وہ تینوں فیشن میگزین پکڑے نئے نئے ڈیزائن پر تبصرہ کرنے میں مصروف تھیں کہ وہ آ گیا۔

"شرمین میرا سامان پیک کر دینا پلیز مجھے کل صبح پنڈی جانا ہے۔" وہ شاید جلدی میں تھا۔ آرش نے منہ پھیر کر پیچھے کارنس پر رکھا گلاس اٹھا کر ہونٹوں سے لگا لیا۔

"ارے اتنی جلدی!" عنبرین کو حیرت ہوئی۔

"ہاں آج آفس میں امی کا فون آیا تھا ویسے بھی میری چھٹیاں اپروو ہو گئی ہیں۔" اس نے انہیں آگاہ کرتے ہوئے کن انکھیوں سے آرش کو دیکھا۔ "گھر پر بہت کام ہے ویسے بھی وہ بلی مجھ سے سخت ناراض ہے۔" وہ خوش نظر آ رہا تھا۔ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کر کے وہیں بیٹھ گیا، تصور میں جیسے وہ ابھی سے اپنے گھر پہنچ گیا تھا۔

کتنا سکون اور راحت آمیز تاثر تھا اس کے چہرے پر۔ اپنے گھر کا خیال کتنا طمانیت سے بھرپور اور سکون آور تھا۔ آرش کے دل میں محرومی کی دھیمی دھیمی آنچ جلنے لگی۔

"ہماری طرف سے آپ کو بے حد مبارک۔ اللہ بہ حسن و خوبی اپنے فرض سے سبکدوش ہونے کی ہمت عطا کرے۔" بابر جانے کہاں سے آن ٹپکا۔

"آمین۔" ان تینوں نے کورس میں کہا۔

"تھینک یو۔" وہ خوش دلی سے ہنس پڑا۔

"اور ہماری ٹریٹ؟" شرمین کو یک بہ یک ٹریٹ

کی سوجھی۔
"ہوں!" وہ پُر خیال انداز میں سب کو دیکھنے لگا۔ "وہ تم اسی مہینے کی چھبیس کو وصول کر لینا۔" حرارت سے کہا۔

"کیا؟" وہ چاروں ایک ساتھ چیخ پڑے۔ "اس روز تو بشریٰ کی رخصتی ہے۔"

"ہاں تو ٹھیک ہے نا، مبارک دن ہے۔ انواع و اقسام کے کھانے ہوں گے اور وی آئی پی ریسپشن۔ اور کیا چاہیے تمہیں۔" اس نے آرام سے پیر پسارے۔

"جی نہیں۔ یہ فاؤل ہے۔" بابر اور شرمین اس کے سر ہو گئے۔ ان کا ٹلنا مشکل ہی تھا اگر دادی اماں آ کر سب کو کسی نہ کسی کام کے لیے روانہ نہ کر دیتیں۔

مگر وہ سب بھی ہار ماننے والے نہ تھے۔ رات کو چائنیز میں ڈنر کا پکا کر کے ہی ٹلے۔ کھانا اچھا تھا۔ وہ سب خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ سمعان کو صبح جلدی نکلنا تھا اس نے کئی بار یاد دہانی بھی کرائی مگر وہ پانچوں طاہر سمیت اسے نظر انداز کرنے کی سعی کرتے ہوئے ہنوز مصروف تھے۔

آرش، شرمین اور عنبرین ایک ساتھ بیٹھی تھیں سامنے وہ تینوں تھے۔ یوں ہی سوپ کے ساتھ انصاف کرتے کرتے جو اس کی نظر ان تینوں کے پیچھے بیٹھے ہوئے جوڑوں پر سے پھسلتی ایک شناسا چہرے پر ٹکی تو وہ چونک سی گئی۔

"یہ کون ہے؟" اس نے ذہن پر زور دیا اور ایک جھماکا سا ہوا۔ ستون کی آڑ کے باعث وہ اس کے ساتھی کو ٹھیک سے دیکھ نہیں پا رہی تھی۔ ذرا سا جھک کر نظر ڈالی تو میر جلال شاہ اس کی نگاہوں کی گرفت میں آ گیا۔

"اوہ!" ایک طویل سانس لے کر وہ سیدھی ہو بیٹھی۔ بقیہ وقت وہ لوگ سمعان کی جیب کی پروا نہ کرتے ہوئے جانے کیا کیا منگاتے رہے جبکہ وہ خالی الذہن کیفیت میں بیٹھی جبراً مسکراہٹ سجائے دزدیدہ نظروں سے میر جلال اور توبیہ کی طرف متوجہ رہی۔

"چلیں۔" طاہر نے پوچھا تو وہ سر ہلا کر سب سے پہلے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ پانچوں اس کی بےتابی پر مسکرانے لگے۔ پے منٹ کر کے سمعان سمیت طاہر اور بابر بھی نکل گئے ان کے پیچھے شرمین اور عنبرین کھانے کی توصیف میں رطب اللسان چل رہی تھیں۔ وہ سب خود میں مگن تھے آرش نے ایک مرتبہ پھر پلٹ کر "خصوصی جوڑے" پر نظر ڈالی۔

توبیہ کے ناز و ادا اور میر جلال کے چہرے سے جھلکتی وارفتگی نے اسے گم صم سا کر دیا۔ وہ چپ سی ـــ سر جھکائے چل رہی تھی کہ دروازے کے پاس کونے میں رکھے قد آدم نفیس چائنیز گلدان سے جا ٹکرائی۔ ابھی وہ اسے سنبھالنے بھی نہ پائی تھی کہ وہ زمین بوس ہو کر چکنا چور ہو گیا۔

"مائی گاڈ!" وہ پانچوں گھبرا کر پلٹے۔ چند ویٹرز اور ریسٹورنٹ کا منیجر بھاگا چلا آیا۔ وہ بری طرح سٹپٹا گئی۔

"کن خیالوں میں چل رہی تھیں رشی!" طاہر نے ذرا سختی سے سوال کیا۔

"آئی ایم ساری۔ پتا نہیں کیسے۔" وہ اپنی پشت میر جلال کی طرف موڑ کر کھڑی ہو گئی کیونکہ شور کی آواز پر تمام لوگ ان کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔ وہ نروس سی ہو گئی۔

"میں پے منٹ کر دیتی ہوں۔" اس کا ہاتھ شولڈر بیگ تک گیا۔

"نہیں رہنے دو۔ میں پے کر دیتا ہوں۔" سمعان نے فوراً کہا۔

"مگر۔" وہ متذبذب ہو گئی۔ ریسٹورنٹ کے اہلکار خاموش کھڑے تھے۔

"بھئی آج کا میزبان میں ہوں سو تمام پے منٹ میرے ذمے۔" وہ نارمل لہجے میں کہتا دوبارہ اندر چلا گیا اور اس کی ایک نہ سنی۔

"چلو اب باہر تو چلو کیا یہیں جمنے کا ارادہ ہے۔" بابر نے تینوں لڑکیوں کے خوفزدہ چہروں کو دیکھ کر نیم مزاحیہ انداز میں کہہ کر ٹینشن کم کرنے کی کوشش کی۔

"ویسے آرش! یہ تم نے نیند میں چلنا کب سے شروع کر دیا ہے؟" عنبرین نے باہر نکلتے ہی اسے آڑے ہاتھوں لیا۔ اس کا ذہن ابھی تک اندر والے "منظر" میں اٹکا ہوا تھا وہ یونہی سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

Scanned with CamScanner

"اب رہنے بھی دو یار۔ ایسا بھی کیا نقصان ہو گیا۔" سمعان واپس آیا تو فوراً اس کی حمایت میں بولا۔ وہ سب خاموشی سے اندر بیٹھ گئے جبکہ آرش اس قدر اپ سیٹ تھی کہ اس کا شکریہ بھی ادا نہ کر سکی۔ اس کی خاموشی کو سب اس گلدان کی شہادت کا نتیجہ سمجھ رہے تھے۔ جبکہ سمعان اندر میر جلال کو دیکھ آیا تھا۔

"اب تو سمعان بھائی شادی پر پرانے کپڑے سی پہنیں گے۔ چچ چچ صد افسوس!"

بابر تمام رستے سمعان کی جیب ہلکی ہونے پر اسے چھیڑتا رہا۔ طاہر نے بھی خوب ہی آرش اور اس کا ریکارڈ لگایا۔ وہ دل ہی دل میں شرمندہ ہوتی رہی۔ سمعان البتہ گاہے بگاہے اس کے پرسوچ چہرے پر نظر ڈالتا رہا۔ واپسی پر طاہر نے شرمین نے زبردستی آئس کریم وصول کی اور وہ سب بہت اچھا وقت گزار کر واپس آگئے۔ گھر پہنچنے پر پتا چلا کرمی کا فون آیا تھا لہٰذا وہ سٹلی فون سیٹ کھینچ کر اپنے کمرے میں لے گئی۔ حسب معمول ان سے یوں دو سو میل کے گھر بیٹھ جانے پر لمبی جھاڑ سننے کو ملی وہ پوری گرج چمک کے ساتھ برسی تھیں۔ فون بند کر کے طبیعت مزید مکدر ہو گئی۔

سمعان پنڈی چلا گیا تو گھر میں بلاوجہ ہی خاموشی چھا گئی۔ حالانکہ وہ کوئی ایسا شور شرابا کرنے والا بھی نہ تھا کہ سارا دن گھر کو سر پر اٹھائے رکھتا ہو مگر بہرطور اس کے جانے سے سب تھوڑے سے ڈسٹرب ہو گئے خصوصاً آرش حسن کے لیے تو جیسے یہ جدائی امتحان بن گئی تھی۔

"میرے خدا!" وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

"یہ سب کیا ہو گیا میرے خدا۔ کیا میں سمعان کو اتنا یاد کرنے لگی ہوں کہ اس کے بغیر ہر شے اداس اداس سی لگ رہی ہے۔ مگر یہ تمام احساسات تو میر جلال کا حق ہیں۔" وہ اپنا محاسبہ کر رہی تھی۔

"اور میر جلال کا کیا فرض ہے؟" ذہن نے سوال کیا۔ "یہی کہ وہ اپنی مشیر کو بھلا کر "دوستوں" کی عیاشی افورڈ کرتے پھریں!"

"مگر پھر بھی مجھے تو اپنے والدین کے وعدے کا پابند رہنا ہے نا۔ لیکن یہ دل کو کیا ہو گیا ہے۔ متضاد سمت میں سفر کرنے کا تمنائی کیوں بن رہا ہے۔" سودائی ہو رہا ہے: دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بالوں میں پھنسائے وہ سخت متوحش بیٹھی تھی۔ اپنے آپ سے خوفزدہ تھی خود کو سمجھانے کی سعی کر رہی تھی۔

بعض ادراک کتنے واضح مگر تکلیف دہ ہوتے ہیں۔ عجیب سے کربناک احساسات میں جکڑ دیتے ہیں دل و دماغ کو۔ انسان ان سے پہلوتہی کرنے کی جتنی ہی کوشش کیوں نہ کرے یہ اپنا آپ عیاں کر کے ہی رہتے ہیں۔ ان سے آنکھ مچولی نہیں کھیلی جا سکتی۔

یہ کیسا موڑ ہے میرے مالک اتنا گنجلک اور پرپیچ کہ میں راستہ بھولے جا رہی ہوں اپنے ہی خلاف جانا کتنا صبر آزما عمل ہے۔ یوں لگتا ہے میرا تمام استدلال اور تعقل سورج کی کرن کے آگے شبنم کے قطرے کی مانند ہو گیا ہے جو ہر لمحے اپنی حیثیت کھوتا جا رہا ہے۔

یہ کیسی جنگ ہے میرے اندر۔ فرض اور خواہش کے درمیان عجیب سی کشمکش پیدا ہو گئی ہے۔ میں کیا کروں۔ میں کیا کروں: تکیے کی نرماہٹ میں منہ چھپا کر آنسو اس کے حوالے کرتے ہوئے وہ شدید اضطراب کا شکار تھی۔ دل کی کیفیت عجیب اضطرابی سی ہو رہی تھی۔ ذہنی خلفشار اور اندرونی انتشار نے اسے نڈھال سا کر دیا۔

"کیا میں واقعی سمعان علی گردیزی سے ہار گئی ہوں؟" آئینے میں اپنا متورم چہرہ دیکھ کر آنکھوں سے سوال کیا۔ جواب اتنا واضح تھا کہ اس نے گھبرا کر لائٹ آف کر دی۔

"نہیں یہ سب کچھ یوں نہیں ہونا آرش حسن۔ یوں نہیں ہونا۔" نیند کی وادی میں اترتے اترتے وہ خود پر مزید خول چڑھانے میں ـــــ کامیاب ہو چکی تھی۔

باقی خول صبح ناشتے کی ٹیبل پر سب کے ساتھ ادھر ادھر کی باتوں میں مشغول ہو کر اپنے آپ کو نظر انداز کرتے ہوئے خود بخود ہی چڑھ گیا۔

Scanned with CamScanner

ایک ہفتہ شادی کی تیاریوں میں مصروف رہ کر گزر گیا۔ عنبرین اور شرمین کی طرح بابر اور طاہر بھی بہت ایکسائیٹڈ تھے۔ جانے سے ایک دن پہلے اس نے یہ انکشاف کیا کہ وہ ان کے ساتھ ایک ہفتہ پہلے سے نہیں جائے گی بلکہ جب شادی والے روز دادی اماں اور چچا جان آئیں گے تو ان کے ساتھ آئے گی۔ شرمین اور عنبرین نے یوں گیارہویں گھنٹے میں اس فضول حرکت پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا مگر وہ بھی ٹس سے مس نہ ہوئی۔

"آخر تمہیں تکلیف کیا ہوئی ہے جو بیٹھے بٹھائے یہ مصیبت کھڑی کر دی؟" شرمین کا پارہ ساتویں آسمان کو چھو رہا تھا۔

"بس موڈ نہیں۔" اس نے کاہلی سے پیر پسارتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا مطلب موڈ نہیں۔ تم نے آخر گھر پر رہ کر کرنا کیا ہے؟"

"ڈانڈے بجانے ہیں۔" روبرو جواب آیا۔

"وہ تم وہاں جا کر بجا سکتی ہو۔" عنبرین نے لقمہ دیا۔

"دیکھو آرش! میں نے بڑی مشکل سے ریحانہ آنٹی کو راضی کیا تھا تمہیں ساتھ لے جانے کے لیے اب تم میری محنت خاک میں تو نہ ملاؤ۔" شرمین تقریباً روہانسی ہو رہی تھی۔

"اُفوہ کیا ہو گیا ہے تمہیں میرے نہ جانے سے کوئی قیامت تو نہیں آجائے گی۔ اگر میں یہاں نہ بھی آتی تب بھی تو تمہیں یہ شادی اٹینڈ کرنی ہی تھی نا تو اب اس قدر میری چاہ کیوں ہو رہی ہے۔" آرش نے بے مروتی کا مظاہرہ کیا۔

"بس ہمیں ہی ہے چاہ مگر تمہیں کیا پروا ہے کسی کی۔" شرمین کے لہجے میں معنی خیزی سمٹ آئی۔

"یار! وہ تمہاری کزن کی شادی ہے، تم لوگ جاؤ، میں بعد میں آجاؤں گی۔" اس نے شرمین کا جملہ نظرانداز کرتے ہوئے رسانیت سے کہا۔ "ویسے بھی دادی اماں اور چچا جان بھی تو اکیلے ہو جائیں گے نا۔" بہانہ بڑا بودا تھا۔

"نہ تو تم کوئی ہرکولیس ہو۔" عنبرین چڑ گئی اس کی ضد پر۔

"بس یونہی سمجھ لو۔" وہ چڑانے والے انداز میں مسکرادی۔ دونوں بہنوں نے اسے پھاڑ کھانے والے انداز میں گھورا مگر اس نے خود کو "ڈفر پروف" بنالیا تھا۔

اس کے نہ جانے کی خبر سن کر چچی بیگم نے بھی اسے سمجھایا۔

"ہمارے ساتھ چلو رشی! تمہیں وہاں بہت مزا آئے گا۔ تمہاری ایج کی تو بہت لڑکیاں ہیں وہاں خوب ہلا گلا ہوگا۔"

"جی چچی بیگم! مجھے معلوم ہے مگر کچھ اکورڈ سا لگتا ہے کسی کے گھر یوں ہفتوں کا مہمان بن جانا جبکہ میرا تو کوئی ڈائریکٹ رشتہ بھی نہیں ان سے۔" اس نے ہچکچاتے ہوئے کہہ ہی دیا۔

"تو رشتہ جوڑنا کون سا مشکل کام ہے تم ہاں تو بھرو۔" شرمین نے اس کے کان کے نزدیک سرگوشی کی۔ شکر تھا کہ اس نے ہی سنی۔ صرف غصے سے دیکھ کر رہ گئی کیونکہ چچی بیگم سامنے تھیں، وہ اس کے جواز پر مسکرا رہی تھیں۔

"چلی جاؤ بیٹا۔ تمہاری چچی ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہیں۔" دادی اماں نے بھی حمایت کی۔

"بھئی، تم ہمارے ساتھ جاؤ گی بس یہ حوالہ ہی کافی ہوگا۔ چلو تیاری کرو چلو کرو۔" طاہر نے بحث سے اُکتا کر اخبار لپیٹتے ہوئے حکم صادر کر دیا۔

"مگر۔" اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن کسی نے سن کر نہ دیا۔ شرمین نے اس کے چلانے کے باوجود پورا سوٹ کیس تیار کر لیا جیسے مہینوں کے لیے جانا ہو۔

"یہ اتنے کپڑے۔" وہ بھاری سا سوٹ کیس دیکھ کر بے ہوش ہونے لگی تھی۔ "کیا میں ساری عمر کے لیے جا رہی ہوں؟" غصہ اسے بہت سخت آیا تھا۔

"کیا پتا؟" اس نے معصومیت سے کندھے اچکائے۔

"مطلب۔" اس کی براؤن آنکھیں شعلہ بار ہو گئیں۔

"مم مطلب یہ کہ ہو سکتا ہے ہمیں وہاں زیادہ دن رہنا پڑے۔" آرش کو اپنی طرف جارحانہ انداز میں بڑھتا دیکھ کر اس نے بوکھلانے کی بھرپور ایکٹنگ کی۔

Scanned with CamScanner

"بہت ذلیل ہو تم" اس نے شرمین کی کمر میں دھموکا جڑ دیا۔

"آپ سے کم" شرمین نے انکساری کا آخری کوڑا بھی جیسے لٹا دیا۔

"اب چلو اسے لے کر نیچے۔ مجھ سے نہیں اٹھایا یہ گناہوں کا بوجھ" زبردستی اس کی مدد لے کر وہ نیچے چلی آئی۔ چونکہ سامان اس کا تھا سو ماننا بھی پڑا۔

سمعان کا فون آیا ہوا تھا وہ سب کو جلد آنے کی تاکید کر رہا تھا۔ ساتھ ہی اپنا بریف کیس بھی منگوایا تھا جو وہ جلدی میں یہیں بھول گیا تھا۔

"شاباش بڑی سعادت مند بیوی ہو" طاہر نے ریسور رکھ کر اس کے سوٹ کیس کو توصیفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ تفاخر سے شرمین کو دیکھنے لگی۔

"بھائی! یہ بہت فضول لڑکی ہے۔ اس کا سارا سامان میں نے پیک کیا ہے اور اس نے صرف مجھے بیٹھ کر کوسا ہے" شرمین اچھی خاصی جلی بھنی ہوئی تھی۔ اس کی ضد کے پیچھے اسے اس کا سارا سامان پیک کرنا پڑا تھا ورنہ تو خود اپنا سامان اس نے امی اور عنبرین سے زبردستی پیک کروایا تھا۔

"رئیلی" مصنوعی حیرت سے آرش کو دیکھا۔ وہ بے ساختہ ہنس پڑی۔ "ویسے یہ کریڈٹ تو آرش کو جاتا ہے کہ اس نے شرمین صاحبہ سے کوئی کام کروالیا۔ ورنہ تو یہ اور کوئی کام کر جائیں مشکل ہے" عنبرین کے کہنے پر وہ اور جل گئی۔ اور اس سے بحث کرنے لگی۔

"اچھا اب اوپر جا کر سمعان کا بریف کیس لا کر یہاں سامان میں رکھ دو۔ ورنہ بعد میں یاد نہیں رہے گا" طاہر نے عنبرین اور شرمین کو ایک دوسرے سے الجھتے دیکھا تو آرش کو کہتا باہر نکل گیا وہ بس سر ہلا کر رہ گئی۔

دونوں بہنیں نوک جھونک میں مصروف تھیں آرش نے انہیں دیکھا اور خاموشی سے اوپر آگئی۔ شرمین نے کپڑے تو رکھ دیے تھے باقی سامان اسے خود رکھنا تھا۔ کمرے میں آکر کچھ جیولری و کاسمیٹک وغیرہ ہینڈ بیگ میں رکھی اور سمعان کے کمرے میں آگئی۔

بریف کیس کتابوں کے ریک کے نیچے رکھا تھا۔ اس کی نظر بریف کیس سے ہوتی کتابوں کے ریک پر ٹھہر گئی۔ ایک سے بڑھ کر ایک کتاب موجود تھی۔

وہ بریف کیس چھوڑ کر ان کی طرف متوجہ ہوگئی۔ پروین شاکر کی "ماہ تمام" نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کرالی۔ اس خیال سے کہ پنڈی تک کے سفر میں وہ اس مجموعہ کلام سے فیضیاب ہوگی اس نے کتاب کھینچ لی۔ کتاب تو ہاتھ میں آگئی مگر کونے پر رکھی گرے ڈائری ہاتھ لگنے سے زمین پر گری اور گر کر کھل گئی۔

"افوہ!" اس نے کوفت سے نظریں نیچی کیں مگر اگلے ہی لمحے کشادہ آنکھیں حیرانی سے پھیل گئیں۔

"میری تصویریں" ڈائری سے نکل کر ادھر ادھر بکھرنے والی سب تصویریں اسی کی تھیں۔ کچھ عنبرین کے نکاح والے دن کی تھیں اور بقیہ وہ تھیں جو اس نے مختلف جگہوں پر جا کر بنوائی تھیں۔

"مگر یہ سب سمعان کے پاس؟" وہیں کارپٹ پر بیٹھ کر اس نے ایک ایک تصویر الٹ پلٹ کر دیکھی۔ اور سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ ڈائری کے ورق ہوا سے اڑ رہے تھے۔ جانے کیا سوچ کر اس نے وہی صفحہ پڑھنا شروع کیا جس میں سے تصاویر برآمد ہوئی تھیں۔

"وہ آئی" اس نے دیکھا اور فتح کر لیا۔ آرش حسن واقعی تسخیر کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ ایک صفحے پر لکھا تھا اس نے دیکھا تاریخ اس روز کی تھی جب وہ دیوار پھاند کر آئی تھی۔

"وہ کیا ہے اور کون ہے میں اسے سمجھ نہیں سکا۔ مگر اسے اگنور بھی نہیں کر پا رہا"۔

اسی کے متعلق لکھا تھا۔

"وہ بلاشبہ سادہ مگر بہت حسین ہے۔ لالہ صحرائی کی مانند وحشت زدہ اور خوبصورت"۔

"وہ جتنا پڑھ رہی تھی دل کی اضطرابی کیفیت شدید ہوتی جا رہی تھی۔ ڈائری کے تمام صفحات اس کے ذکر سے بھرے تھے کہیں اس کی تعریف تھی اور کہیں اس کے لیے ہمدردی۔

Scanned with CamScanner

"دیوار تو اس نے گھر کی پھاندی تھی مگر مجھے لگتا ہے کہ ایک دیوار اس نے میرے اردگرد بنے اس قلعے کی بھی پھاند ڈالی تھی جو میں نے بڑے زعم سے اپنے دل کے اطراف تعمیر کیا تھا۔ وہ ان فصیلوں کو بھی نقب لگا چکی ہے جن کی مضبوطی پر مجھے کبھی غرور تھا۔" سمعان کے لکھے ہوئے جملے اسے بے قرار کر گئے۔ صاف لفظوں میں اس کی فتح اور اپنی شکست کا اعتراف تھا۔

"آج ایک ہفتے بعد پنڈی سے واپسی پر آرش کی آنکھوں میں جو بے تابی میں نے دیکھی ہے اس نے میری ساری تھکن سمیٹ لی ہے۔"

"اوہ میرے خدا!" سمعان نے جو کچھ لکھا تھا وہ سچ ہی تو تھا۔ اسے یاد آیا کہ واقعی اس روز اسے دیکھ کر وہ کس قدر خوش ہوئی تھی۔ اور اس وقت وہ احساس اس قدر جاندار تھا کہ بہزار وقت وہ اسے چھپا بھی نہ سکی تھی۔

"سچے جذبے کبھی رائیگاں نہیں جاتے مجھے یقین ہے کہ جب آرش پر میر جلال کی اصلیت کھلے گی تو وہ ضرور اسٹینڈ لے گی اور میں اس کا انتظار کروں گا۔"

ایک جگہ لکھا دیکھ کر وہ الجھ گئی میر جلال کی اصلیت سے سمعان کا کیا مطلب تھا وہ واقعی سمجھ نہ سکی۔

"میری زندگی کی سب سے بڑی حقیقت آرش حسن ہے۔ مگر افسوس کہ وہ میرے اردگرد رہتے ہوئے بھی مجھ سے صدیوں کے فاصلے پر ہے۔ یہ فاصلے کیونکر مٹیں گے؟۔ اور کب گھٹیں گے؟"

"شاید کبھی نہیں۔" ڈائری بند کر کے اس پر سر ٹکاتے ہوئے اس نے سوچا۔ آنسو بند توڑ کر بہہ نکلے تھے۔ تقدیر کا مذاق کتنا بھیانک اور کرب انگیز تھا وہ گھٹ گھٹ کر رو دی۔

سمعان کا اعتراف محبت کسی جانفزا احساس کو جنم نہ دے سکا بلکہ وہ سب کچھ پڑھ کر بے بسی کا احساس دگنا ہو گیا تھا۔ ابھی تک تو صرف اسے اپنی تمناؤں کا ہی ماتم کرنا پڑ رہا تھا لیکن اب تو سمعان کی خواہشوں نے بھی اس کے اندر نوحے جگا دیے تھے۔

"اتنا کڑا امتحان یا اللہ!" وہ تڑپ گئی۔ "میں اتنی مضبوط تو نہیں کہ اتنی سخت آزمائش میں پوری اتر سکوں۔ تو پھر کیوں تو نے میرا ضبط آزمایا ہے؟" دل ہی دل میں شکوے مچل رہے تھے۔

بمشکل خود کو کنٹرول کر کے اس نے ڈائری اور "ماہ تمام" واپس ریک میں رکھی اور اپنے کمرے میں آ کر بند ہو گئی۔

جب کوئی کندھا آنسو بہانے کے لیے نہ ملے تو تکیہ ہی مونس و غمگسار ہوتا ہے وہ تو بچپن سے اپنے اشک تکیے کے حوالے کرنے کی عادی تھی اور وہ بچپن کے پُرخلوص اور سچے ساتھی کی طرح آج بھی اس کی آنکھوں کا نمکین پانی کسی راز کی طرح اپنے اندر چھپا لیتا تھا۔

دوپہر تک وہ کمرے میں بند رہی اور شاید سارا دن ہی یوں گزر جاتا مگر شرمین نے دروازہ بجا بجا کر اسے عاجز کر دیا۔ وہ اٹھی۔ خود کو ہزار بہلاووں سے شاور لینے پر راضی کیا۔ آنکھوں میں سرخی جھلک رہی تھی۔ پانی ڈال کر اسے کم کرنے کی کوشش کی اور بال سلجھا کر باہر نکل آئی۔

صبح جانا تھا۔ سب لوگ بے حد فریش اور مسرور نظر آ رہے تھے۔ وہ خاموشی سے بابر کے کمپیوٹر ٹیبل پر جا کر بیٹھ گئی۔ جانے کون کون سے پروگرام فیڈ کیے اور ذہن بٹانے لگی۔

رات کو وہ چاروں بہن بھائی جمع ہو کر شور مچا رہے تھے۔ بابر اور شرمین کو اس حد تک خوش دیکھ کر وہ بھی مسکرا دی۔ دل کا درد تو چھپانا ہی تھا۔ البتہ اندر ہی اندر ایک طوفان کروٹیں لے رہا تھا۔ اس کی سمجھ سے باہر تھا کہ وہ کل کس طرح سمعان کا سامنا کرے گی۔ کیا وہ خود کو پوشیدہ رکھ سکے گی؟ اپنی آنکھوں کو حال دل سنانے سے باز رکھ پائے گی؟ کئی سوال اسے ہلکان کر رہے تھے سو وہ کھانے کے ایک دو لقمے کھا کر اپنے کمرے میں بند ہو گئی۔ سب نے اتنی جلدی سونے پر اعتراض کیا تو اس نے صبح جلدی اور فریش ہو کر جاگنے کا بہانہ گھڑا اور اوپر آ گئی۔ ان سب لوگوں کے سامنے جو اس کو کسی پتھر کی مانند مضبوط اور سخت

Scanned with CamScanner

سمجھتا اپنی کمزوری کا اظہار اُسے قطعی گوارا نہ تھا تنہائی میں خود کو سمیٹنا آسان ہوتا ہے اس لیے وہ کسی کے سامنے سے گریزاں تھی۔ اکیلے میں اپنے آپ کو ریزہ ریزہ کر کے جوڑنے کے لیے اُسے بہت سا وقت درکار تھا۔ پوری رات یوں ہی بکھرتے سمٹتے گزر گئی۔ صبح شرمین اس کے کمرے کا دروازہ بجائے بنا ہی اندر آئی تو وہ راکنگ چیئر پر آنکھیں موندے بیٹھی نظر آئی۔ ڈیک پر مائیکل بالٹن کا گانا بج رہا تھا۔

I CAN BEND , I CAN BREAK
I CAN FELL
I AM NOT MADE OF STEEL
I AM NOT MADE OF STONE

(میں جھک سکتی ہوں، ٹوٹ سکتی ہوں، محسوس کر سکتی ہوں، میں فولاد کی بنی ہوئی نہیں، میں پتھر کی بنی ہوئی نہیں)

شرمین ٹھٹھک گئی۔ آرش کے چہرے کے تاثرات گانے کے ہم آہنگ تھے جیسے وہ گیت کے بولوں میں ڈوب گئی ہو۔ اس نے آگے بڑھ کر ڈیک آف کر دیا تو وہ چونک گئی۔ آنکھیں اٹھائیں تو سامنے ہی شرمین کا ہیولا نظر آیا۔

"تم اگر یہ اعتراف نہ بھی کرتیں آرش تو بھی ہم سب جانتے ہیں کہ تم محسوس بھی کرتی ہو اور برداشت بھی۔" شرمین نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے اس کا ہاتھ محبت سے تھاما۔ وہ بے یقینی اور کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگی "رہ گیا تمہیں اسٹیل یا پتھر کا بنا سمجھنے والا معاملہ تو سچ تو یہ ہے کہ تابش انکل اور فرحانہ آنٹی نے تمہیں بہت غلط جج کیا ہے۔ تم اگر ان کے امتحان میں پوری اتر بھی گئیں تو زندہ تو نہ رہ سکو گی۔" بہت دکھ تھا اس کے لہجے میں۔

"شرمین۔!" اسکے حواس بمشکل جاگ پائے۔ آنکھوں میں نمی تیر گئی۔

"پلیز۔" شرمین نے اسے کچھ بولنے سے پہلے ہی روک دیا "اب میری بیان کردہ حقیقت سے منکر مت ہو جانا پلیز آرش۔" بڑی عاجزی سے کہا تو وہ سر جھکا کر اعتراف کر گئی۔ کمرے میں اچانک خاموشی کا راج ہو گیا۔

دونوں الفاظ تلاش کر رہی تھیں۔

"اچھا چلو اب اٹھو۔ نیچے سب ڈائننگ روم کا رُخ بھی کر چکے ہوں گے۔" شرمین یکدم تیزی سے کہتی اٹھی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بھی کھینچا۔

"تم چلو، میں آتی ہوں۔" اس نے بال سمیٹ کر کسلمندی سے کہا۔

"ہرگز نہیں۔ میں تمہیں ساتھ ہی لے کر جاؤں گی۔ یو جلدی سے برش کرو۔" اُس نے واش روم میں دھکیلتے ہوئے حکم سنایا۔ بالآخر وہ اُسے ساتھ لے کر ہی ٹلی۔

اسلام آباد سے پنڈی تک کے اس مختصر راستے میں وہ چاہنے کے باوجود کچھ سوچ نہ سکی کیونکہ عنبرین اور شرمین نے اُسے ایک لمحہ بھی کم نہ ہونے دیا۔ دو ماہ پہلے جب وہ اسی رستے خان بابا کے ساتھ آئی تھی تو کتنی خوش تھی اور آج اس کی سوچوں میں کیسا تلاطم برپا ہو چکا تھا۔

پنڈی پہنچے تو موسم بے حد خوشگوار ہو رہا تھا۔ وہ کافی فریش ہو چکی تھی ہم عمروں کی باتیں اُسے بہلانے میں صد فیصد کامیاب ہو چکی تھیں۔ گیٹ پر انہیں سمعان علی ہی ملا۔

"چشم ما روشن دلِ ما شاد۔" وہ انہیں دیکھ کر خوشدلی سے آگے بڑھا۔ آرش نے اُس کے لکھے ہوئے تمام جملوں کا عکس اس کی آنکھوں میں محسوس کیا۔

"بھئی لال قالین کہاں ہے؟" بابر نے اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں۔

"وہ تمہارا اندر انتظار کر رہا ہے۔" سمعان نے گیٹ کے اندر کی جانب اشارا کیا۔ جہاں ایک طرف لال قالین لپٹا پڑا تھا "تم چل کر اُسے بچھاؤ، میں ابھی آتا ہوں۔" اُس نے شوخی سے کہا تو بابر نے رنگ برنگے منہ بنانے شروع کر دیے۔

"اب چلو بھی میں تھک گئی ہوں۔" شرمین نے بابر کو دھکیلا اور آگے بڑھ گئی۔

عنبرین کی خالہ نے بڑی محبت سے اُن کا استقبال کیا تھا۔ اس سے ملاقات تو ہو چکی تھی عنبرین کے نکاح والے روز اس لیے وہ اُسے دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔ سمعان کی چھوٹی بہن سے شرمین کی کافی گاڑھی چھنتی تھی جبکہ متوقع دلہن کے ساتھ عنبرین کی زبردست دوستی تھی۔ وہ تو آتے ہی اس کے پاس جا بیٹھی۔ شرمین اور وہ سمعان کی بہن

Scanned with CamScanner

ثومیہ کے ساتھ دوسرے کمرے میں چلی آئی۔

تھکن تو کوئی خاص نہیں تھی البتہ وہ لوگ چینج کرنے باہر آگئیں۔ ثومیہ کی دو کزن بھی آئی ہوئی تھیں۔ چچی بیگم اپنی بہن کے ساتھ مصروف ہوگئیں۔ آرش نے ادھر ادھر نظریں دوڑائیں تو معلوم ہوا کہ بابر ایک لڑکے کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھا۔ اُس نے شکل سے اندازا لگایا کہ وہ یقیناً سمعان کا بھائی ہے۔ کافی مماثلت تھی دونوں میں۔

کھانے کی میز پر گھر میں موجود تقریباً تمام افراد کا مفصل تعارف ہوا تو اُسے پتا چلا کہ سمعان سے چھوٹا ایک بھائی نعمان ہے جسے اُس نے بابر کے ساتھ دیکھا تھا۔ دو بہنیں فاکہہ اور ثومیہ۔ فاکہہ کی شادی میں ہی وہ سب آئے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ اُن کے ایک بڑے شادی شدہ بھائی بھی تھے جو کہ ملک سے باہر سیٹل تھے اور چھٹیاں نہ ملنے کے باعث شادی والے دن ہی آسکتے تھے۔

چچی بیگم کی بہن یعنی سمعان کی والدہ انہی کی طرح دوست نواز اور مہمان نواز شائستہ سی خاتون تھیں۔ جن کے شوہر گھر کی تمام ذمہ داری اُن کے سپرد کرکے خود بری الذمہ ہوگئے تھے۔ اُسے سمعان کے والد بہت اچھے لگے۔ شفیق اور حلیم الطبع سے۔

گھر بھی اُن کا کافی بڑا تھا۔ اُسے دیکھ کر حیرانی ہوئی اور وہ کہے بنا نہ رہ سکی۔

"تمہارے کزن تو اچھی خاصی فیملی سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"تو کیا تم انہیں مفلوک الحال قسم کا شخص سمجھتی تھیں؟" وہ ہنسی۔

"نہیں۔ یہ خیال نہ تھا کہ وہ اتنی ویل آف فیملی کے ممبر ہیں۔ مزاج سے لگتے جو نہیں۔" وہ سادگی سے کہہ گئی۔

"ظاہر ہے، اب ہر کوئی تمہاری طرح اپر کلاس کا نمونہ تو بننے سے رہا۔" شرمین نے اس کے حلیے پر چوٹ کی جو کہ وہ ممی کی خواہش پر اپنانے کی سزاوار تھی اور اب تو اُسے عادت سی ہوچکی تھی مگر جب عنبرین کے نکاح والے دن خود کو مشرقی انداز میں دیکھا تو اس کے بعد سے اس نے اپنا "حلیہ" خاصا سدھار لیا تھا۔

"کیا مطلب؟" اس نے مُکا تان لیا۔

"او ہو۔ یہاں تو "قومی کھیل" شروع ہونے والا ہے۔" بابر اور نعمان اچانک ہی وارد ہوئے۔ نعمان کی بات پر وہ پزل سی ہوگئی۔ ہاتھ نیچے کرلیا۔

"کیری آن۔ کیری آن۔ ہم کسی سے کہیں گے تھوڑا ہی۔" بابر کو آنکھ مار کر شوخی سے کہتے ہوئے نعمان کو اُس نے خجالت سے دیکھا اور خفیف سی ہوکر مسکرا دی۔

"نہیں رہنے دیں۔ پھر کبھی سہی۔ اب موڈ نہیں ہو رہا۔" وہ اپنے مزاج پر لوٹ آئی۔

"او ہو۔" وہ اور بابر ہنس پڑے۔

"تو آپ زبان بھی رکھتی ہیں۔" نعمان کے لیے بڑی حیرت ناک خبر تھی۔

"جی۔" وہ شرارت سے جھکی۔

"میں بھی منہ میں زبان رکھتی ہوں
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے"

بڑے اسٹائل سے شعر پڑھا۔

"مکرر مکرر۔" بابر نے داد دی۔ شرمین البتہ شعر کے قتل پر سوگوار کھڑی تھی۔

"ضرور پوچھیں گے مدعا مگر فی الحال تو آپ دونوں کو ثومیہ نے بلا لیا ہے وہ شاید کپڑے پیک کر رہی ہے۔ میں یہی اطلاع دینے آیا تھا۔" نعمان نے بے فکری سے کہا اور چلتا بنا۔ وہ دونوں بھی اس کے پیچھے ہی چلی آئیں۔

فاکہہ کے کمرے میں سب لڑکیاں جمع تھیں۔ دروازے پر ہی سمعان نظر آگیا۔ اس وقت وہ ہنستا مسکراتا ضرورت سے زیادہ ذمہ دار لگ رہا تھا سارا کام اس کے کندھوں پر تھا۔

"راستہ دیں سمعان بھائی۔!" شرمین نے پیچھے سے آکر زور سے کہا۔ وہ گھبرا کر پلٹا۔

"آرام سے ڈیئر۔ یہ کان میرے ذاتی ہیں۔" سنجیدگی سے کہا۔

"اچھا ہم سمجھے ادھار لیے ہیں۔" شرمین حیرت کا اظہار کرتی اندر چلی گئی۔

"تھینک یو۔ آرش!" اُسے جاتا دیکھ کر وہ بولا تو وہ ٹھہر گئی۔

"کس لیے۔؟" سادگی سے سوال کیا۔ کاش کے

Scanned with CamScanner

اورنج شلوار سوٹ پر بڑا سا کلف لگا شاکنگ پنک دوپٹہ لیے وہ بڑی فریش لگ رہی تھی۔

"آپ کی آمد کا" وہ بانہیں لپیٹتے ہوئے صاف گوئی سے بولا

"اوہ۔" وہ کھلکھلا پڑی "سب نے بہت اصرار کیا تو مجھے آنا ہی پڑا۔"

"گویا کہ اصرار سے کیا گیا مطالبہ آپ مان لیتی ہیں" معنی خیزی سے کیا گیا۔

"یہ تو مطالبہ کی نوعیت پر منحصر ہوتا ہے۔ ورنہ تو میں بے حد ضدی لڑکی ہوں۔" وہ بڑے مزے سے بات کو گھما کر قدم اندر بڑھا گئی۔ سمعان کے لبوں پر دلآویز تبسم بکھر گیا۔

اتنے اچھے ماحول اور پرخلوص لوگوں میں دن گزرنے کا پتا ہی نہ چلا اور ایک ہفتہ پر لگا کر اُڑ گیا۔ مہندی اور شادی کے فنکشنز میں ثومیہ نے اسے ثمین کی طرح ہی آگے آگے رکھا جب کہ وہ ، ریزرو رہنے کی کوشش میں تھی مگر اُن سب کے آگے اس کی ایک نہ چلی فاکہہ اور ثومیہ کی فرینڈز اور کزنز کے ساتھ ہلہ گلہ کرتے ہوئے وہ خود کو کسی کی نظروں کے حصار میں مقید محسوس کرنے کے باوجود بھی قطعی انجان بنی رہی۔

البتہ ثومیہ نے جس انداز سے اُسے سب سے متعارف کرایا تھا وہ کچھ کھٹک سی گئی۔ اتنے دنوں میں اس نے محسوس کر لیا تھا کہ سمعان اور ثومیہ میں بہت زیادہ ہم آہنگی تھی وہ ایک دوسرے کے رازدار بھی تھے یہ اطلاع اسے ثمین سے ملی تھی۔

چچی بیگم نے اس کے اور ثمین عنبرین کے تقریباً ایک سے کپڑے بنوائے تھے۔ جو کہ خاصے بھاری تھے۔ شادی والے روز دادی اماں بھی آئیں تو وہ خود کو بڑا محفوظ محسوس کرنے لگی۔ سب لوگوں کی موجودگی کے باوجود ایک عجیب طرح کی تنہائی اُسے پریشان کرتی رہی تھی۔ مگر چچا جان اور دادی اماں کو دیکھا تو وہ احساس زائل ہو گیا۔

ثومیہ کی بھابھی کے علاوہ سب ہی اُسے اچھے لگے۔ وہ ذرا ریزرو قسم کی خاتون تھیں۔ سب سے الگ تھلگ اپنے زعم میں دور دور رہیں البتہ اُن کے شوہر کافی اچھے تھے۔ اُسے یہ اندازہ لگانے میں مشکل پیش نہیں آئی کہ سمعان کا گھرانہ بہت سادے اور پرخلوص ماحول کا پروردہ تھا۔ اُسے وہ سب کچھ اچھا لگا۔

شادی والے روز سمعان نے وہی ٹائی لگائی تھی جو اُس نے اُسے گفٹ کی تھی۔ اُسے دیکھ کر ایک سرشاری سی اس کے اندر بھر گئی۔ ہیرٹ گرین سوٹ میں گولڈن بالیوں کے ساتھ وہ بھی اچھی لگ رہی تھی جس کا ثبوت سمعان کی آنکھیں تھیں جن میں وارفتگی ہلکورے لے رہی تھی۔

کچھ دیر کے لیے وہ سب کچھ بھلا کر اس خواب آگیں ماحول میں کھو گئی جو اس کے خوابوں کے عین مطابق تھا۔ ایسے میں میر جلال اور ممی پاپا کے فیصلے کا خیال بھی اس کے ذہن سے محو ہو گیا اور وہ صرف اور صرف زرمول آرش حسن بن گئی جس کے کندھوں پر کسی کے فیصلے کا بوجھ نہیں تھا۔ وہ آزاد تھی اور خوش تھی۔ مسرور اور مگن۔ سمعان کی محبت بھری آنکھیں اُسے زندگی کے تکلیف دہ حقائق کو بھلانے پر مجبور کر گئی تھیں۔

اُس کا رویہ خود کو دھوکہ دینے کے لیے اکسا رہا تھا سو اُس نے بھی آنے والے وقت کی پریشانیوں کی فکر کو پس پشت ڈالتے ہوئے بہت خوشدلی سے ہر فنکشن اٹینڈ کیا۔ خود کو بہت پُراعتماد ظاہر کرنے کے باوجود وہ سمعان کی آنکھوں میں جلتے دیوں کی تاب نہ لا پا رہی تھی۔ بہت کوشش کی کہ اس سے کم سے کم سامنا ہو مگر ایک گھر میں رہتے ہوئے یہ ناممکن تھا۔ اس پر مستزاد ثومیہ کا رویہ تھا جو اگر سمعان کو اس کے پاس رک کر کوئی رسمی سی بات بھی کرتے دیکھ لیتی تو آنکھوں ہی آنکھوں میں سمعان کا خوب خوب ہی ریکارڈ لگاتی۔ شوخی سے چھیڑتی یا پھر شرارت سے معنی خیز فقرے اچھالتی گزر جاتی اور وہ بظاہر انجان بنتے ہوئے بھی بلش ہو جاتی۔

"یہ تمام دن جو میں نے یہاں گزارے شاید تمام عمر نہ بھلا سکوں۔" رات کی تنہائیوں میں ایک ہی سوچ غالب رہتی۔ "اور تمہیں سمعان علی گردیزی؟" خود سے سوال کرتی۔ "تمہیں بھلانا تو خود کو فراموش کر دینے کے مترادف ہے۔ جانے میں پل صراط پار کر بھی پاؤں یا نہیں۔" یاسیت اس کے احساسات کو منجمد کر دیتی۔

"مگر جب تک میں یہاں ہوں خوش رہوں گی۔ کل کیا ہوگا کون جانے۔ مستقبل کے خوف سے حال کی خوشیوں کو پامال کرکے خود اذیتی کے احساس کو جلا بخشنا واقعی کارِ گراں ہے۔ اور میں اب ایسا نہیں کروں گی۔" عزم سے سوچتے ہوئے آنکھیں موند لیتی۔

ع دو چار دن ہیں اور یہ خوابوں کے سلسلے
پھر حشر تک رہیں گے عذابوں کے سلسلے

شادی کے فنکشن کے بعد وہ لوگ دو دن مزید پنڈی رکے۔ وہیں سے آرش نے پاپا کے آفس فون بھی کیا مگر پتا چلا کہ وہ آج کل کراچی میں ہی ہیں، پنڈی آکر کچھ روز پہلے واپس بھی جا چکے تھے۔

شرمین نے تھوڑی بہت شاپنگ کی۔ زبیر بھائی کے لیے بھی کچھ سامان لیا۔ شادی کے گھر کی رونق تو دلہن کی رخصتی کے ساتھ ہی تقریباً ختم ہوگئی تھی۔ جلد ہی سب نے سامان باندھ لیا۔ وہ اپنی چیزیں سمیٹنے میں مصروف تھی جب ہی دروازے پر آہٹ محسوس کرکے پلٹی۔

"آپ۔ آیئے پلیز۔" سمعان کو دروازے میں کھڑا دیکھ کر شائستگی سے پکارا۔

"میں نے سوچا۔ آج رات تک آپ لوگ چلے جائیں گے۔ لہٰذا خدا حافظ ہی کہہ لوں۔" وہ لطیف مسکراہٹ کے جلوے بکھیرتا اندر چلا آیا۔

"اتنی جلدی۔" وہ شوخی سے ہنسی۔ "ابھی تو پوری شام باقی ہے۔ آخر کو آپ نے ہمیں الوداعی عشائیہ بھی دینا ہے۔"

"بسر و چشم۔ یہ تو میں نے یونہی کہہ دیا تھا۔" اس نے کندھے اچکائے۔ چہرے سے صاف ظاہر تھا کہ وہ کچھ کہنا چاہ رہا ہے۔ یہ بات محسوس کرتے ہی وہ خواہ مخواہ بیگ میں رکھے سامان کو الٹ پلٹ کرنے لگی۔

"بائی داوے آرش آپ اسلام آباد سے جانے کے بعد کیا کریں گی۔" اس نے تمہید باندھنی شروع کی۔ آرش حسن کے اندر خطرے کا الارم بج گیا۔

"یہ تو جانے کے بعد ہی سوچوں گی۔" اس نے بات ٹالنے والے انداز میں جواب دیا۔

"مگر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟" اس کے تغافل کا بے ضرر انداز سمعان کو مسکرانے پر مجبور کر گیا۔

"ہر بات کی کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے آرش۔ اس بات کی بھی ایک وجہ ہے۔ کیا آپ اسے واقعی سمجھنے سے قاصر ہیں یا جان بوجھ کر اگنور کرنے کی کوشش کرتی ہیں؟" یکدم ہی وہ سنجیدہ ہوکر استفہامیہ لہجہ اختیار کر گیا۔

وہ جواب دینے کے بجائے سر جھکائے ناخن کھرچتی رہی۔

"آرش!" قدرے تاخیر سے اس نے پکارا۔

"جی۔" وہ ہنوز لاتعلقی اختیار کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"میں نے کچھ کہا ہے۔ آپ کچھ نہیں کہیں گی؟" اس نے دیکھا سمعان خطرناک حد تک سیریس تھا۔

"کیا کہوں؟" ایک طویل سرد آہ اس کے لبوں سے آزاد ہوگئی۔ "بعض اوقات انسان ایسے دوراہے پر آجاتا ہے سمعان علی کہ لفظ کھوکھلے اور بے معنی سے ہو جاتے ہیں۔ بہت کچھ کہنا چاہتا ہے مگر کہہ نہیں پاتا اس کی زبان اُس کے الفاظ رہن رکھے جا چکے ہوتے ہیں۔ اس کے قدموں کو پابند کر دیا گیا ہوتا ہے، وہ چاہے بھی تو راستہ نہیں بدل سکتا اپنی خواہش اپنی مرضی کی زندگی نہیں جی سکتا۔ تم نے ایک پابند سلاسل لڑکی کے دل کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے سمعان علی اور اس کے دل کی سیڑھیوں پر قدم بھی رکھ دیا ہے مگر اس سے زیادہ وہ بے بس لڑکی تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتی۔ تمہاری کسی جرأت کا خیر مقدم کرنا اس کے لیے ناممکن ہے۔ آئی ایم سوری سمعان۔ میں مجبور ہوں۔ مجھے جھوٹ بولنا ہے تم سے بھی خود سے بھی۔" وہ سوچ تو رہی تھی مگر کہہ نہ سکی۔

سمعان نے دیکھا۔ وہ خاموش بیٹھی سوچوں کے تانے بانے بنتے ہوئے الجھ رہی تھی۔

"ہیلو۔!" یکدم عنبرین نے اندر دھاوا بول دیا۔ دونوں اپنی جگہ چونک گئے۔ آرش نے تشکر سے عنبرین کو دیکھا۔ "خیریت کیا خاموش رہنے کا مقابلہ ہو رہا تھا؟" وہ چہکتی ہوئی کاؤچ پر ڈھیر ہوگئی۔

"نہیں۔" سمعان مسکرایا۔ "پہل کرنے کا تھا۔"

"تو پھر کس نے کی؟" عنبرین نے دلچسپی لی۔

"یہ بات تو کانفیڈنشیل ہے۔ لہٰذا سوری۔" وہ

Scanned with CamScanner

بڑے اطمینان سے کہتا اٹھ کھڑا ہوا اور گہری نظر اس پر ڈال کر نکل گیا۔

"کیا مطلب ہوا اس بات کا؟" اس نے سوالیہ رخ آرش کی طرف پھیرا۔

"مذاق کر رہے تھے بھئی۔" وہ بے فکری کا مظاہرہ کرنے لگی۔ "دراصل وہ یہ بتانے آئے تھے کہ شرمین اور ثومیہ لاؤنج میں تصویریں جمع کیے بیٹھی ہیں۔ آؤ وہیں چلتے ہیں۔" وہ بتاتے بتاتے اسے گھسیٹ کر باہر لے گئی۔

پھر رات تک وہ سب لوگ مصروف رہے۔ فاکہہ بھی اپنے شوہر کے ساتھ آگئی تو اسے سمعان کو نظر انداز کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی اور رات کے کھانے کے بعد وہ لوگ واپسی کے لیے نکل گئے۔

واپس آکر وہ بہت اپ سیٹ رہی۔ جانے سمعان کیا کہنا چاہ رہا تھا۔ بلاوجہ ہی اسے اگنور کیا۔ کاش سن ہی لیتی اس کی بات تو یوں الجھتی تو نہ مگر بہرحال جلد ہی پینٹنگ میں مصروف ہو کر وہ سب کچھ ذہن سے جھٹکنے کی کوشش میں مشغول ہو گئی۔ حتیٰ کہ چند روز بعد سمعان واپس آیا تو وہ خود کو لاپرواہ ظاہر کرنے میں کامیاب ہو چکی تھی۔

اپنے گرد بنی فصیلوں کو دوبارہ سے مضبوط کر کے وہ پھر سے اپنے حصار میں بند ہو چکی تھی۔ اب نہ تو وہ سمعان کے سامنے نروس ہوتی نہ ہی اس کی آنکھوں کی تحریر پر کنفیوز ہوتی۔ بلکہ اوّل روز والے اعتماد کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ ایک ایک کر کے سمعان کے تمام مفروضے رد کرتی جاتی جو اس نے پنڈی میں اسے بالکل مختلف "روپ" میں دیکھ کر اخذ کیے تھے۔

کبھی کے دن بڑے اور کبھی کی راتیں۔ چند روز پہلے جو جذباتی غلبہ اس کی سوچوں پر حاوی ہوا تھا۔ اسے دماغ نے دوبارہ شکست فاش دے دی تھی۔

"تمہیں سرنڈر کرنا پڑے گا آرش حسن۔ آج نہیں تو کل۔ مجھے یقین ہے ریت کی دیوار ضرور ڈھے گی اور میں اس وقت کا انتظار کروں گا۔"

عزم سے سوچتے ہوئے اسے دادی اماں کی گود میں سر رکھے "مزید حماقتیں" پڑھتا دیکھ کر وہ اپنے کمرے میں چلا آیا۔ اور گرے ڈائری کے ورق پر ایک مرتبہ پھر الفاظ بکھیرنے لگا۔

"زبردست نیوز ہے۔" طاہر نے ٹی وی لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے ہانک لگائی۔

"کیا؟ بتائیں۔ جلدی۔" سب کورس میں چیخے۔ فاکہہ کی مووی لگی ہوئی تھی۔

"پرسوں سے صنعتی نمائش لگ رہی ہے۔" اس نے گویا دھماکہ کیا۔

"واقعی۔" آرش نے خوشی سے تالی بجائی۔

"ویسے یہ فضول خبر صرف تمہیں خوش کر سکتی تھی۔" بابر مایوسی سے بیٹھتے ہوئے چڑ کر بولا۔ کیونکہ "زبردست خبر" سننے کا سب سے زیادہ متمنی وہی تھا۔ اور خبر سن کر صدمہ بھی اسے ہی ہوا تھا۔

"تو تمہارے وزن میں کون سی کمی ہو گئی ہے اس فنٹاسٹک خبر سے۔" چڑانے والے انداز میں مسکرا کر پوچھا۔

"طاہر بھائی آپ پرسوں کا پروگرام پکا رکھیں۔ ہم سب چلیں گے۔" عنبرین نے سب کی طرف سے کہا۔

"بالکل بالکل۔" اس نے گردن ہلائی۔

"اوکے۔ اب اجازت تم لے لینا آرش۔" طاہر نے کہا۔

"کوئی مسئلہ ہی نہیں۔" تفاخر سے کالر جھاڑے۔ وہ چاروں انجان بنتے ہوئے فوراً ٹی وی کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ ہنستی چلی گئی۔

"سب لوگ کہاں ہیں؟" سمعان آفس سے لوٹا تو گھر میں غیر معمولی خاموشی محسوس کی۔

"شرمین عنبرین چچی بیگم کے ساتھ سامنے والوں کے گھر گئی ہیں۔ سنا ہے کہ ان کے شوہر کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا کافی چوٹیں آئی ہیں۔" اس نے میگزین ایک طرف رکھتے ہوئے بتایا۔

"اوہ۔ آپ نہیں گئیں؟" سامنے والے صوفے پر بیٹھتے ہوئے سوال داغا۔

"نہیں۔ مجھے اچھا نہیں لگا یوں بغیر جان پہچان کے کسی کے گھر جانا۔" اس نے کندھے اچکائے۔

"ہوں۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ "شرمین آجائے تو اسے کہیے گا چائے میرے کمرے میں پہنچا دے۔"

Scanned with CamScanner

"آپ کو چائے چاہیے یا شرمین کے ہاتھ کی بنی چائے کی طلب ہے۔" وہ بھی ساتھ ہی کھڑی ہو گئی۔

"کیا مطلب؟ ۔"

"مطلب یہ کہ چائے تو میں بھی بنا سکتی ہوں۔ اگر آپ پینا چاہیں تو۔" اس نے براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے "تو" پر زور دے کے کہا۔

"ریئلی۔" وہ شوخی سے متعجب ہوا۔

"خیر اب میں اتنی بھی گئی گزری نہیں کہ چائے بھی نہ بنا سکوں۔" وہ اپنے بنائے ہوئے پراٹھے یاد کر کے خفیف سی ہو گئی جنہیں زہر مار بھی سمعان نے ہی کیا تھا اسی لیے اس نے بعد میں ایسی کوئی "کوشش" ہی نہیں کی تھی۔

"میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔" وہ لمحہ بھر میں معنی خیز فقروں پر اتر آیا۔

"اوکے۔ میں ابھی بنا کر لاتی ہوں آپ جب تک دادی اماں کے پاس بیٹھیں وہیں پی لیں گے۔" وہ چٹکی بجاتی کچن کی طرف گھوم گئی۔

زعفرانی شلوار قمیص پر بڑا سا سرخ دوپٹہ شانوں پر پھیلائے چائے کی ٹرالی دھکیلتی وہ اندر آئی تو دادی اماں اسے دیکھ کر خوش ہو گئیں۔ انھیں بھی چائے کی سخت طلب محسوس ہو رہی تھی مگر اس سے اس لیے نہیں کہا کہ وہ ایسے کاموں کی عادی نہیں تھی بلاوجہ وہ اسے پریشان نہیں کرنا چاہتی تھیں مگر اس وقت جب وہ بڑے سلیقے سے ٹرالی میں سب کچھ سیٹ کر کے لائی تو وہ دل ہی دل میں مسکرا دیں۔

"کیسی بنی ہے چائے؟" بڑے اشتیاق سے دونوں کو دیکھا۔

"بہت اچھی۔" سمعان نے تعریف میں پہل کی۔ دادی اماں نے اس کے لہجے میں چھلکتا والہانہ پن محسوس کر لیا۔

"دار چینی اور الائچی نے بڑا لطف پیدا کیا ہے۔" دادی اماں بھی توصیفی انداز میں گویا ہوئیں۔

"تھینک یو۔" اس نے اپنے کندھے کو تھپتھپا کر خود کو داد دی اور جھک کر کورنش بجا لائی۔

"واہ بھئی تو یہ مزے ہیں۔" بابر بھی اسی وقت آدھمکا۔

"ہاں بھئی آج تو رشی کے ہاتھوں کی چائے پی ہے۔" دادی اماں نے محبت سے اسے دیکھا۔

"ہوں۔ خوشبو تو اچھی ہے۔" بابر نے کیتلی کو قریب لا کر سونگھا۔ "آج چائے میں کوئی خاص بات ہے۔"

"خاص کیوں نہیں ہو گی آخر کو میں نے بنائی ہے۔" آرشی نے گردن اکڑائی۔

"اچھا تو پھر مجھے بھی بنا کر دو۔" اس نے تحکم سے کہا۔ باہر فون کی بیل بج اٹھی۔

"خود بنا لو۔" وہ ہنستی ہوئی باہر نکل گئی۔

"دیکھا آپ نے اس جنگلی کو۔" وہ جھلا کر شاکی لہجے میں بولا۔

"تمہاری ہی کزن ہے۔" سمعان نے مسکرا کر لبوں سے کپ لگا لیا۔

"یو ٹو بروٹس۔" وہ چلایا۔

ممی کا فون آیا تھا۔ وہ حسب توقع جلد واپس آنے کے لیے زور دے رہی تھیں انہیں بمشکل سمجھایا تو سونو نے فون پکڑتے ہی شکایتیں شروع کر دیں۔

"بہت بے مروت ہو رشی۔ تم تو شکل بھی دیکھنے کی روادار نہیں ہو ہماری۔" وہ خفا تھی۔ "ایمان سے سونو یہ بات نہیں۔ میں تم سب کو یاد کرتی ہوں اور بقول خلیل جبران یاد کرنا بھی ملاقات کی ایک صورت ہے۔ سو مجھے لگتا ہی نہیں کہ اتنے دن ہو گئے تم سب سے ملے ہوئے۔" حرفوں کی بنی تھی وہ بھی مجال ہے کہ کسی کی بات کو مان جاتی۔

"فضول باتیں مت کرو۔" اس نے ڈپٹا۔ "میں نے سنا ہے کہ میر جلال بھی آجکل وہیں اسلام آباد میں ہیں۔"

"اچھا۔" اس نے تعجب کا اظہار کیا۔

"تم ان کے ساتھ ہی واپس آجاؤ۔" سونو کی بات پر اسے ہنسی آ گئی۔

"اور اگر وہ مجھے ساتھ لانے پر تیار نہ ہوئے تو۔" بڑے سکون سے دریافت کیا۔

"ارے تم ہاں تو کرو۔ وہ تو تیار بیٹھے ہیں۔" سونو کی ہنسی میں اسے شوخی سے زیادہ طنز محسوس ہوا۔

"مگر فی الحال میرا ایسا کوئی پروگرام نہیں۔" وہ یکدم ہتھے سے اکھڑ گئی۔

Scanned with CamScanner

"کیا مطلب گھر آنے کا یا اُن کے ساتھ آنے کا؟"
"ان" پر بالخصوص زور دیا۔
" تم اپنی عقل استعمال کرو۔ سمجھیں اور فی الحال میری جان چھوڑو۔" اُس نے چڑ کر کہا اور اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد فون بند کر دیا۔

سونو کی باتوں کا اعجاز تھا کہ صنعتی نمائش کے لیے جاتے وقت اس کا موڈ خاصا آف سا تھا۔ جتنی خوشی اُسے نمائش کی خبر سُن کر ہوئی تھی اُس لحاظ سے تو اُسے بہت ایکسائیٹڈ ہونا چاہیے تھا مگر یہ بات سب کے لیے اچنبھے کا باعث تھی کہ وہ قدرے خاموش تھی۔

نمائش ان کی توقع کے مطابق بہت اچھی تھی۔ تقریباً ہر طرح کی مصنوعات لاکر رکھی گئی تھیں۔

اسٹال دیکھنے کے بعد ان سب کو بھوک ستانے لگی۔ وہ تینوں خود تو جیولری کے اسٹال پہ کھڑی ہو گئیں، لہٰذا طاہر نے جاکر اسنیکس خریدنے کا ارادہ کیا، بھان بابر بھی ساتھ ہو لیے۔

"تم لوگ یہیں رُکنا۔ ہم کچھ کھانے پینے کو لے کر آتے ہیں۔" وہ انہیں ہدایتیں دیتے نکل گئے۔ وہ تینوں محض سر ہلا کر پھر سے خریداری اور چوائس میں اُلجھ گئیں۔

آرش نے سونو کے لیے جھمکوں کا ایک خوبصورت سیٹ پسند کر کے خرید لیا۔ ابھی وہ بابر وغیرہ کی تلاش میں نظریں دوڑانے کا ارادہ کرتے ہوئے پلٹنے کو تھی کہ ایک شناسا آواز سُن کر ٹھٹھک گئی۔ یہ آواز تو وہ لاکھوں آوازوں میں پہچان سکتی تھی۔

"یہ میری مسز ہیں ثوبیہ ان سے ملیں۔" بلاشبہ اس کی پشت پر اُبھرنے والی آواز میر جلال شاہ ہی کی تھی۔ وہ تو جیسے ساکت رہ گئی۔ ذرا سا رُخ موڑ کر دزدیدہ نظروں سے دیکھنے کی کوشش کی۔ تھوڑے فاصلے پر کھڑے میر جلال اور ثوبیہ کو خوشدلی سے ہنستے ہوئے دیکھا تو خود کو بہلانے کا کوئی بہانہ بھی نہ بچا۔

"میر جلال کی بیوی۔" وہ تحیّر سے ساکت و صامت رہ گئی۔

"یہ دیکھو رشی کتنے اچھے کپڑے ہیں۔" شرمین نے ٹہوکا دے کر اسے متوجہ کیا۔ مگر وہ وہاں تھی ہی نہیں بمشکل گردن ہلا سکی۔ شرمین دوبارہ مصروف ہو گئی اس کا مشورہ اسے پسند آیا تھا۔

"اتنا بڑا دھوکہ کیا میر جلال نے میرے ساتھ۔ پاپا اور ممی کے ساتھ۔" رنج کی ایک شدید لہر اُس کے اندر اُٹھی۔ آنکھوں میں دھند اترنے لگی تھی اُس نے دوبارہ اُن کی طرف دیکھنے کی کوشش کی مگر وہ دونوں اب وہاں سے غائب ہو چکے تھے۔

اگر یہ سب کچھ اُس نے کسی اور سے سنا ہوتا تو شاید اتنا صدمہ نہ ہوا ہوتا مگر آج میر جلال کی زبان سے یہ اعتراف سن کر جہاں اُسے دکھ ہوا وہیں شدید احساسِ ذلت سے چہرہ سُرخ ہو کر تمتما گیا۔ اس کے ہوتے ہوئے بھی وہ یوں ڈھٹائی سے اپنی شریکِ حیات کے ساتھ گھومتے پھرتے تھے اتنا سنگین انکشاف اُسے سرتاپا ہلا کر رکھ گیا۔

"میر جلال شادی شدہ ہیں تو پھر مجھ سے منگنی انہوں نے کس حساب میں کر رکھی ہے۔ جبکہ وہ اپنی وائف کے ساتھ بھی خوش باش ہیں۔" وہ جتنا سوچ رہی تھی اتنا ہی اُلجھتی جا رہی تھی۔

"اوہ میرے خدا۔ یہ کیا معمہ ہے؟؟"

"لو بھئی! اپنا اپنا ڈرنک پکڑو اور یہ برگر اُٹھا لو۔" طاہر کی آواز پر وہ حال میں لوٹ آئی۔ رُخ موڑ کر جلدی سے آنکھوں کے گوشے صاف کیے جو اس اچانک خبر کے سنتے ہی جانے کب بھیگ سے گئے تھے۔

عنبرین اور شرمین اپنی شاپنگ پر بے حد نازاں تھیں۔ سب اپنی اپنی کہہ رہے تھے سن کسی کی نہیں رہے تھے۔ لوگوں کے لامتناہی ہجوم میں اس کی نظریں اپنے ساتھیوں سے قطع نظر اس جوڑے کی متلاشی تھیں جو اس کا سکون درہم برہم کر کے کہیں مجمع میں روپوش ہو چکا تھا۔

شرمین نے دو تین بار اُسے ٹوکا مگر باوجود کوشش کے وہ ہوں ہاں سے زیادہ نہ کر سکی۔ واپسی پر اُس نے دروازے سے ہی سخت تھکن اور کھانا نہ کھانے کا اعلان کیا اور دادی اماں سے سلام دعا کر کے کمرے میں آگئی۔

شام دھیرے دھیرے رات کے سایوں میں ڈھل

رہی تھی۔ کمرے میں گھٹن کا احساس بڑھتا جا رہا تھا۔ میر جلال کے بارے میں یہ انکشاف خود اُن کی زبان سے سُن کر وہ خاصی اَپ سیٹ ہو گئی تھی۔ کبھی ممی کو فون کرنے کا ارادہ کرتی تو کبھی پاپا کو اس دھوکہ دہی سے آگاہ کرنے کا خیال اُسے پریشان کرنے لگتا۔

ذہن تھا کہ سوچ سوچ کر شل ہوا جا رہا تھا۔ ٹہل ٹہل کر ٹانگیں بھی دُکھنے لگی تھیں مگر اس کے اندر کا خلفشار کسی طور کم نہیں ہو رہا تھا۔ یہ معمہ صرف کراچی جا کر ہی حل ہو سکتا تھا۔

"مجھے واپس کراچی چلے جانا چاہیے۔" تھک کر آرام کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس نے فیصلہ کن انداز میں سوچا اور اُٹھ کر کافی سارا سامان بیگ میں منتقل کر ڈالا۔

صبح ناشتے کی ٹیبل پر اس نے دانش صاحب کو اپنے ارادے کی خبر دی تو سب کے چلتے ہاتھ ٹھٹک کر رُک گئے۔

"کیوں خیریت۔ اتنی جلدی بیٹا۔" دادی اماں تشویش زدہ ہونے لگیں۔

"اتنی جلدی کہاں دادی اماں۔ اتنے سارے دن تو ہو گئے ہیں۔" اسے مسکرانا پڑا۔

"مگر تم نے تو وعدہ کیا تھا کہ۔" شرمین خفگی سے بولی

"ہاں کیا تھا مگر سونو اور ممی بہت یاد کر رہی ہیں مجھے ویسے بھی مجھے گھر یاد آ رہا ہے۔" اُس نے نظریں چراتے ہوئے پانی کا گلاس اُٹھا لیا۔

سمعان صرف خاموش نظروں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ سب نے مل کر اچھی خاصی بحث شروع کر ڈالی وہ اکیلی تھی اور میزبان خاندان کے تمام افراد اُس کے جانے پر معترض بلکہ خاصے ناراض ہو رہے تھے۔

"میں پھر آ جاؤں گی چچی بیگم۔ ابھی مجھے واپس جانے دیں۔" اُس نے سب کی بحث و تمحیص سے زِچ ہو کر چچی بیگم کی طرف بڑی اُمید سے دیکھا۔

"تھوڑے دن اور رہ لیتیں آرش چھٹیاں تو پوری گزر جانے دیتیں۔" وہ بھی اُن کی حامی تھیں۔ اس کی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیسے سب کو بتائے کہ وہ کیوں اتنی اتاؤلی ہو رہی ہے۔ اپنا مافی الضمیر کیونکر واضح کرے۔

"آخر تمہیں بیٹھے بٹھائے یہ خیال کیونکر آ گیا بیٹے۔ کیا کسی نے کچھ کہہ دیا ہے۔" دانش صاحب اُسے بضد دیکھ کر اُلجھن میں پڑ گئے۔

"نہیں چچا جان!" وہ بوکھلا گئی۔ "بس مجھے ممی پاپا یاد آ رہے ہیں۔" ایک ہی بہانہ تھا اس کے پاس جو کہ خاصا قابلِ قبول تھا۔ اس نے دیکھا سب لوگ قدرے خفگی سے اُسے دیکھ رہے تھے کہ شاید وہ اب بھی باز آ جائے مگر اُس نے جانے کی رٹ پکڑی تو منوا کر ہی چھوڑی آتے ہوئے بھی کراچی میں سب کے منع کرنے کے باوجود آ گئی تھی۔ اور اب جاتے وقت بھی یہاں سے ناراضگی مول لینی پڑ رہی تھی۔

شرمین خصوصاً اس سے ناراض تھی۔ البتہ بابر نے اُسے ضد دلانے کے لیے اس کے سامنے بڑے زور و شور سے شکر ادا کیا۔ جسے نظر انداز کیے وہ مسلسل اپنا سامان پیک کرنے میں مصروف رہی۔ چچا جان نے اس کی جلدی کے باعث دو دن بعد کی سیٹ اپنے ایک جاننے والے سے کنفرم کرا دی تھی۔ یوں سب کے روکنے کے باوجود وہ رکی نہیں۔

سمعان نے بہت کچھ کہنے کی خواہش رکھتے ہوئے بھی اس کے سامنے زبان کھولنے کی جرأت نہ کی۔ وہ خود اتنی اُلجھی ہوئی تھی کہ کسی کی طرف بھی دھیان نہ دے سکی۔ البتہ چلتے وقت اپنا سامان لے کر نیچے اُترتے ہوئے سیڑھیوں پر سمعان سے مڈبھیڑ ہوئی تو وہ رک گئی۔

"آرش! کیا تم واپس آؤ گی؟" اس کے لہجے میں بڑی آس اور گہرائی تھی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ وہ کیا پوچھنا چاہتا ہے، بے خیالی میں اُس نے سرِ اثبات میں ہلا دیا۔

"میں انتظار کروں گا۔ یاد رکھنا۔" وہ کہہ کر رکا نہیں اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تو وہ گہری سانس بھر کر گاڑی میں آ بیٹھی۔

جہاز کا سفر بہت آرام دہ تھا مگر جب ذہن ہی پُرسکون نہ ہو تو پھولوں کا بستر بھی خارزاروں کی چبھن لیے محسوس ہوتا ہے۔

جب وہ گھر پہنچی صبح کے دس بج رہے تھے۔ ممی پاپا اور عادل بھائی تینوں اتفاقاً جاگ رہے تھے

Scanned with CamScanner

اُس کی اچانک آمد نے انہیں حیران و مسرور کر دیا۔
"ارے اچانک۔ تم نے ہمیں انفارم کر دیا ہوتا رشی۔ میں ڈرائیور ارینج کر دیتا۔" عادل بھائی اُسے دیکھ کر مسکرائے۔ بڑے دِنوں بعد ملاقات ہوئی تھی وہ بے اختیار لپٹ گئی۔
"ارے ارے۔ یہ تم نے بچوں والی حرکتیں کب سے شروع کر دیں رشی۔" اس کی آنکھیں نم ہو کر عادل کا کالر بھگو گئیں تو وہ ہنس دیا۔
"آئی ایم سوری عادل بھائی۔ میں کچھ جذباتی ہو گئی تھی۔" وہ مسکرا دی۔
"وہ تو تم شروع ہی سے مڈل کلاس لڑکیوں کی طرح ہو۔ رہی سہی کسر دانش انکل کے گھر رہ کر پوری ہو گئی ہے۔" وہ ہمیشہ کی طرح نخوت سے بولا تو وہ مزید پشیمان ہو گئی۔
"ارے رشی ڈارلنگ۔ تم کب آئے بیٹا۔" پاپا اور ممی نے بڑا پر تکلف پیار کیا۔
"ابھی ابھی۔" اُس نے سر جھکا لیا۔
"تھینکس گاڈ آخر تمہیں بھی گھر کی یاد آ ہی گئی۔" ممی نے بڑی ادا سے کہا۔
"یہاں سب تمہیں بڑا مس کرتے تھے۔ وہ مسز حسن کی بیٹی بھی تمہیں اکثر پوچھتی تھی۔" ممی نے جانے کہاں کہاں کے قصے چھیڑ دیے۔ آج اس کی خواہش پر پاپا بھی شام تک کے لیے رُک گئے تھے البتہ عادل جلد آنے کا کہہ کر چلا گیا تھا۔
وہ جلد از جلد ممی پاپا کو اس تکلیف دہ خبر کے بارے میں بتا دینا چاہتی تھی جس نے اُسے توڑ کر رکھ دیا تھا اتفاق سے ممی کی باتوں کا رُخ خود بخود میر جلال کی طرف مڑا تو وہ ضبط نہ کر سکی۔
"میر جلال بھی پچھلے دِنوں اسلام آباد میں ہی تھے۔ اصل میں وہ ہمیں بغیر اطلاع دیے ہی چلے گئے تھے۔ کل ہی تو لوٹے ہیں تمہارا پوچھ رہے تھے۔ میں نے بتایا کہ تم بھی اسلام آباد ہی گئی ہو تو بڑے حیران ہوئے۔ تم لوگوں کی شاید ملاقات نہیں ہوئی ہو گی۔" ممی اپنے مخصوص انداز میں بتا رہی تھیں۔
"نہیں میری ملاقات ہوئی تھی اُن سے۔" اُس نے سر اُٹھا کر دونوں کو بغور دیکھا اور بالآخر کہہ ہی بیٹھی۔
"ان سے بھی اور اُن کی مسز ثوبیہ جلال شاہ سے بھی۔"
"واٹ۔" اس نے جیسے دھماکا کیا ممی پاپا اس خبر سے ساکت رہ گئے۔
"مگر تمہیں یہ سب کیسے پتا چلا۔" پاپا کا جملہ اُسے اچھنبے میں ڈال گیا۔ وہ کچھ پریشان سے ہو گئے تھے۔
"کیا مطلب۔ کیسے پتا چلا۔ تو کیا آپ لوگ یہ بات جانتے ہیں کہ۔" مارے تحیّر کے آرش کا جملہ ادھورا رہ گیا۔ وہ بے یقینی کی حالت میں کبھی پاپا اور کبھی ممی کی طرف دیکھ رہی تھی۔
"پلیز ممی بتائیے نا۔ کیا آپ جانتے تھے کہ میر جلال کی دوسری شادی بھی ہو چکی ہے۔" وہ روہانسی ہونے لگی۔ دکھ اور تاسف نے اسے لڑکھڑا دیا تھا۔
"رشی بیٹا۔ تم اب جا کر آرام کرو۔" وہ ٹالنے کی غرض سے کہہ کر اٹھنے لگیں۔
"نہیں ممی۔" اُس نے بڑھ کر اُن کا ہاتھ تھام لیا۔ "مجھے آرام کی نہیں آپ کے جواب کی ضرورت ہے۔ پلیز ممی مجھے کوئی اور فریب مت دیجیے گا۔" عاجزی سے کہتے ہوئے آنسو اس کی شریر براؤن آنکھوں کو درد میں ڈبو رہے تھے۔
"کیا مطلب ہے آرش۔ ہم نے تم سے کون سا فریب کیا ہے۔" پاپا اچانک غصّے سے بولے۔
"آپ دونوں جانتے تھے کہ میر جلال شاہ نے شادی کر رکھی ہے اس کے باوجود آپ نے میرا رشتہ طے کر دیا۔ وہ بھی مجھے اندھیرے میں رکھتے ہوئے۔" باوجود ضبط کے اس کی آواز بلند ہو گئی۔
"تو اس میں ایسی کونسی بُری بات ہے بیٹا۔ بڑے لوگ تو ایسی کئی شادیاں افورڈ کر سکتے ہیں۔ میر جلال کو کوئی کمی تو نہیں۔ پھر بھلا تمہیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔" ممی نے جس اطمینان کا مظاہرہ کیا وہ چند ثانیے گنگ سی انہیں دیکھتی رہ گئی۔
"واٹ ڈو یو مین ممی۔ آپ کے نزدیک یہ ایک چھوٹی سی بات ہے۔ میر جلال اور آپ لوگوں نے مجھے دھوکے میں رکھا۔ کیوں ممی کیوں؟" آنسو بند توڑ کر بہہ نکلے۔

Scanned with CamScanner

"اسٹاپ اٹ آرش۔ یہ کیا بے وقوفی ہے۔"
پاپا گرجے "تمھیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ میر جلال ایک اور فیملی بھی رکھتا ہے۔ وہ تمھیں الگ گھر دے گا۔ دو ملیں بھی تمھارے نام کر دے گا۔ اس کے علاوہ الگ بینک بیلنس گاڑی بنگلہ اور ہر وہ لگژری جو تم چاہو گی تمہیں مل جائے گی۔ اور تمھیں کیا چاہیے۔"

"پاپا۔" اُسے لگا وہ زیادہ دیر اپنے پیروں پر کھڑی نہ رہ سکے گی۔ پاپا کے خیالات سنے تو اس کے دل و دماغ کو جیسے ہلا کر رکھ دیا۔ کنپٹیوں میں خون گویا اُبلنے لگا۔

یہ اس کے والدین تھے جو اُسے سونے کے تابوت میں بند کرنے کے خیال سے کتنے مطمئن تھے اور اس پر مستزاد ان کے خیالات وہ جیسے ریزہ ریزہ ہونے لگی۔
وہ کیا سوچتی ہوئی آئی تھی کہ ممی پاپا تو یہ بات سنتے ہی میر جلال کا گریبان تھام لیں گے مگر یہاں سب کچھ اس کی توقع کے اس قدر خلاف تھا کہ وہ حیرت و صدمے سے ٹوٹ کر رہ گئی تھی۔
"پاپا کیا یہ لگژریز اور دولت ہی انسان کا معیار ہوتی ہیں۔ کیا انسانی جذبات و احساسات کی کوئی قدر نہیں ہوتی۔" دکھے دل سے وہ بول رہی تھی۔
"آرش۔" پاپا کے لہجے کی گھن گرج میں اضافہ ہو گیا۔ "میں ایسی فضول باتیں سننے کا عادی نہیں سمجھیں تم۔ اب یہ فضول باتیں بند کرو۔"
"مگر آپ کو میری بات سننا پڑے گی پاپا۔ میں نے پہلے تو آپ کے فیصلے کا مان رکھ لیا تھا مگر اب حقیقت جاننے کے بعد یہ فیصلہ برقرار رکھنا میرے لیے ناممکن ہو گیا ہے۔ میں میر جلال سے شادی نہیں کروں گی۔"
اُسے بھی غصہ ورثے میں ملا تھا آخر کب تک برداشت کرتی پھٹ پڑی۔
"شٹ اپ آرش۔" ممی نے اتنے زور سے کہا کہ وہ سہم گئی۔ "تم اس وقت ضرورت سے زیادہ جذباتی ہو رہی ہو۔ یہ سب تمہاری دادی کا کیا دھرا ہے انھوں نے ہی برین واش کیا ہے تمھیں ہم سب کے خلاف۔" ممی نے دادی کے خلاف زہر اُگلا۔

"کسی کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ممی۔ میں خود بھی آنکھیں رکھتی ہوں۔ ذہن سے سوچ سکتی ہوں۔ اور یہ میرا فیصلہ ہے۔" وہ مضبوط لہجے میں بولی۔ آنسوؤں کا ان پر اثر نہیں ہو سکتا تھا سو اس نے بے دردی سے آنکھیں رگڑ ڈالیں۔
"آرش بیٹے۔" ممی نرم پڑ گئیں۔ البتہ پاپا شعلہ بار نگاہوں سے اُسے گھور رہے تھے۔ وہ انجان بنی فلاور واز پر نظریں جمائے کھڑی تھی۔ "دیکھو جان جو کچھ میر جلال تمھیں دے سکتا ہے وہ اس شہر کا بڑے سے بڑا بزنس مین بھی تمھیں نہیں دے سکتا۔ وہ دولت کا ڈھیر لگا دے گا تمھارے سامنے۔ اس کا اسٹیٹس اس کا لونگ اسٹائل تمھیں سب سے ممتاز کر دے گا میری جان پھر بھلا تمھیں کیا چاہیے۔"
"نہیں چاہئیں مجھے یہ دولت کے انبار، یہ لگژریز کے نام پر سونے کا پنجرہ۔ پلیز ممی آخر آپ لوگ کیوں نہیں سمجھتے مجھے ان چیزوں کی طلب نہیں ہے۔"
"یہ بات تم اس لیے کہہ رہی ہو آرش کہ اس وقت یہ سب کچھ تمھارے پاس موجود ہے تمھیں ان چیزوں کے لیے ترسنا نہیں پڑا۔" ممی نے رعونت سے گردن اکڑائی۔

"ہاں مجھے ان چیزوں کے لیے کبھی ترسنا نہیں پڑا ممی۔ مگر جن چھوٹی چھوٹی ناتمام آرزوؤں کی تکمیل نے مجھے سدا بے چین رکھا اس کی طرف آپ لوگوں نے کبھی توجہ نہیں دی۔ میں انسان ہوں ممی مجھے محبت کی، اعتماد اور پیار کی ضرورت ہے۔ مجھے کسی مندر کی دیوی کی طرح سونے اور چاندی کے چڑھاوے نہیں چاہئیں۔" اس کا نقطہ نظر ان سے قطعی مختلف تھا۔
"نو آرگومنٹ آرش۔ میں اب اس سلسلے میں کوئی بات نہیں سنوں گا۔ تمہیں میر جلال سے ہی شادی کرنی پڑے گی یہ میرا فیصلہ ہے۔" پاپا دوٹوک لہجے میں کہتے کھڑے ہو گئے۔
"پلیز پاپا میری بات سمجھنے کی کوشش کریں۔" وہ رو دینے کو تھی۔ "میں نے میر جلال کے بیٹے کو تو قبول کر لیا تھا مگر اب ان کی دوسری بیوی کی موجودگی میں میں یہ شادی ہرگز نہیں کروں گی۔" اس کا آہنی لہجہ پاپا کو پریشان کر گیا۔
"آرش۔" وہ دھاڑے۔
"یہ زندگی میری ہے پاپا۔ میں اسے یوں برباد

Scanned with CamScanner

نہیں کر سکتی" وہ بھی ڈٹ گئی۔ جب والدین ہی اس کے ساتھ پُر خلوص نہیں تھے تو وہ بھی کہاں تک سعادت مندی نبھاتی۔ اس کی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ ہو رہا تھا اور وہ بھی غلط۔ آخر کب تک خاموش رہتی۔

"آرش! تم ہوش میں تو ہو" ممی غصّے سے آگے بڑھیں۔

"رہنے دو فرحانہ" پاپا کی آواز گونجی: "اب یہ بڑی ہو گئی ہے ہماری عزّت کو قدموں تلے روند کر اپنے بارے میں فیصلے کرنے کا اہل سمجھنے لگی ہے خود کو" ان کا سرد لہجہ اسے اندر تک ٹھرا گیا۔

"نہیں پاپا۔ میں آپ کی عزت کو ذلت میں نہیں بدلنا چاہتی" وہ رو دی "مگر یہ سب بھی میں نہیں کر سکتی"

"تو پھر ہماری بات کو سمجھو — بیٹا۔ اور خود کو سنبھالو" ممی نے لوہا نرم دیکھ کر ضرب لگائی۔ وہ اس پر جذباتی دباؤ ڈال رہے تھے۔

"ممی" وہ پیار سے دکھ کے بول بھی نہ سکی۔ بس آنسو بھری آنکھوں سے انہیں دیکھ کر رہ گئی۔

"بس تابش میں تو کہتی ہوں کہ اب اس نیک کام میں دیر نہ کریں اور میر جلال کو بلا کر شادی کی ڈیٹ فکس کر لیں" ممی کی آواز بیڈ روم کے دروازے سے باہر بھی پھیل رہی تھی۔ رات کی خاموشی میں وہ ذہن کو سوچ کی بھٹی میں جلا کر تھکے تھکے قدموں سے کمرے تک جاتے جاتے رک گئی۔ تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر کھڑکی سے لگ کر کھڑی ہوئی تو ان کی گفتگو اسے پریشان کر گئی۔

"ہوں۔ شاید ایسا ہی کرنا پڑے" پاپا کی پُر خیال آواز اسے ہلا گئی۔

"آرش کا کچھ پتا نہیں اگر جو کہیں آپ کے گھر والوں نے پھر اسے بہکایا — اور مزید اس کی برین واشنگ کر ڈالی تو پھر آپ جانتے ہیں کہ اسے سنبھالنا ناممکن ہو جائے گا" ممی کا ذہن ہمیشہ سے ایک ہی سمت میں سوچنے کا عادی تھا۔

"میر جلال نے اسلام آباد میں اپنا گھر بنا کر کچھ ٹھیک نہیں کیا" سگار کے دھوئیں کے مرغولے بناتے ہوئے پاپا اسے پریشان سے محسوس ہوئے۔ پردے کی ہلکی سی جنبش سے کمرے کا منظر صاف نظر آ رہا تھا۔

"غلطی تو آپ کی بھی ہے آپ انہیں پہلے ہی مطلع کر دیتے کہ آرش وہاں جا رہی ہے لہٰذا محتاط رہیں" ممی نے ان کی کوتاہی فوراً گنوا دی۔

"ہاں مگر خیر اب کیا ہو سکتا ہے۔ فی الحال تو یہ سوچنا ہے کہ آرش کو گریجویشن سے پہلے اس بات پر کیسے راضی کیا جائے"

"یہ اب آپ کا دردِ سر ہے کیونکہ اس وقت تو وہ جذباتی دباؤ میں آ گئی ہے مگر بعد کی ذمّہ داری نہیں لی جا سکتی۔ اور آپ تو جانتے ہیں کہ میر جلال آپ کے بزنس اور — ہماری ریپوٹیشن کے

پاک و ہند کے مقبول و معروف شاعر
بشیر بدر
کا مجموعۂ کلام

؎ اُجالے اپنی یادوں کے ہمارے ساتھ رہنے دے
نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے

آمد
(غزلیں)

بشیر بدر جن کی غزلیں آج کی ذہنی کیفیت اور تہذیبی فضا کی جیتی جاگتی متحرک تصویریں پیش کرتی ہیں، جن کی غزلیں تازہ ہوا کے نرم جھونکے کی طرح ذہن کو چھوتی ہوئی دل میں اتر جاتی ہیں۔

؎ یوں ہی بے سبب نہ پھرا کرو کوئی شام گھر بھی رہا کرو
یہ غزل کی سچی کتاب ہے اسے چپکے چپکے پڑھا کرو

"آمد" کے سول ایجنٹ:
مکتبۂ عمران ڈائجسٹ، 37 اردو بازار کراچی
فون نمبر 216361

Scanned with CamScanner

لیے کتنے ضروری ہیں ایسے میں اگر آرش نے بعد میں انکار کر دیا تو ٹینڈر کینسل ہونے کے ساتھ ساتھ ہماری وہ تینوں ملیں بھی سیل ہو جائیں گی جن میں آدھے سے زیادہ انویسٹمنٹ میر جلال نے کی ہے۔" ممی کے لہجے میں خدشے اور اندیشے کلبلا رہے تھے۔

"کیا!" اس نے بمشکل خود کو کھڑا رکھنے کے قابل کیا۔ "کیا پاپا ممی نے مجھے بلینک چیک سمجھ لیا ہے جسے وہ میر جلال سے کیش کرانا چاہتے ہیں؟" اس کا دماغ جیسے بھنبھنا گیا۔ رگوں میں خون کی جگہ لاوا دوڑنے لگا۔

"مجھے سب معلوم ہے فرحانہ۔ میں نے آخر سوچ کر ہی آرش کی منگنی کی تھی۔ تم سے زیادہ میں فکرمند ہوں۔ مگر تم گھبراؤ مت۔ میں سب ٹھیک کر لوں گا۔ تم کل آرش کو بتا دینا کہ ہم جلد ہی اس کی شادی کر رہے ہیں۔" اندر اس کی قسمت کا فیصلہ بڑے سنگدلانہ انداز میں ہو رہا تھا۔

"مگر اتنی جلدی کی اسے کیا وجہ بتائی جائے گی؟" ممی پریشانی سے بولیں۔ اس کی ضدی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھیں۔

"کہہ دینا کہ ہم عادل کے ساتھ اس کے فرض سے بھی سبکدوش ہونا چاہتے ہیں۔ رہی بات اسٹڈیز کی تو وہ شادی کے بعد میر جلال کی خواہش پر پڑھ سکتی ہے بلکہ ممکن ہے کہ وہ پرس کے اسکول آف آرٹس میں بھی اس کا ایڈمیشن کرا دیں۔" انہوں نے لاپروائی سے کہا تو ممی نے کچھ سوچ کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

اس سے زیادہ سننے کی اس میں سکت نہ تھی۔ وہ اپنے کمرے تک واپس آئی تو سوچ سوچ کر سر پھٹا جا رہا تھا۔ پاپا ممی نے اس کی قیمت لگائی تھی۔ اپنے کاروباری مفاد کی خاطر سودا طے کیا تھا اس کا۔ میر جلال کے ہاتھوں اسے کیش کرانے کی کوشش کی تھی۔

"اوہ نو۔" سر دونوں ہاتھوں میں تھامتے ہوئے وہ تڑپ تڑپ کر رو دی۔

"کاش کہ یہ سب جھوٹ ہوتا۔ میرے کانوں نے مجھے دھوکا دیا ہوتا۔ میری سماعت کو فریب ہوا ہوتا۔ پاپا ممی کے چہروں کے نقاب تو یوں نہ اترتے کہ میری بصارت شکوہ کناں ہو گئی ہے۔" دل کا درد آنکھوں کے رستے بہہ جانا چاہتا تھا مگر احساسِ زیاں کسی طور کم نہ ہو رہا تھا۔

یہ انکشاف ہی جان لیوا تھا کہ اس کے والدین اس کے ساتھ مخلص نہ تھے۔ خلوص کی دھجیاں بکھیر کر محبت اور تابعداری کا سودا کرنا چاہتے تھے وہ۔ اپنی عزت کا واسطہ دے کر اس کی زندگی سے خوشی کی آخری رمق تک کھینچ لینے کے متمنی تھے۔

"پاپا ممی آپ نے یہ کیوں کیا؟" تکیے پر سر پٹختے ہوئے وہ مسلسل روئے جا رہی تھی۔ رات دھیرے دھیرے بھیگتی ہوئی بیت رہی تھی۔ اور اس کی آنکھوں میں نیند کا نام و نشان نہ تھا۔ رنج اور تاسف خون کے ساتھ رینگ رہے تھے پورے جسم میں۔

صبح تک وہ تقریباً نیم بے ہوش ہو چکی تھی۔ خان بابا کی بیٹی اسے ناشتے کے لیے جگانے آئی تو اسے دیکھ کر الٹے پاؤں بھاگی۔ پاپا ممی تو گھر سے جا چکے تھے عادل بھی ذرا دیر پہلے ہی نکلا تھا۔ وہ گھبرا کر خان بابا کو بلا لائی۔

"رشی بیٹا۔ اٹھو شاباش۔" خان بابا نے اس کے جھلستے ہاتھ کو چھوا تو خود بھی شدید پریشان ہو گئے۔

"تم سولو بیٹی کو فون کرو میں ڈاکٹر کو دیکھتا ہوں۔" بیٹی کو ہدایت دے کر وہ باہر کی جانب لپکے۔ وہ سب باتوں سے بے خبر شدید ذہنی دباؤ کے باعث تقریباً غافل ہی تھی۔

جانے کتنا وقت گزرا۔ سولو ڈاکٹر کے آنے سے پہلے ہی بھاگی آئی۔

"آرش۔ میری جان پلیز اٹھو۔ اٹھنے کی کوشش کرو۔" وہ تقریباً رو دی۔ اتنے میں خان بابا ڈاکٹر کے ساتھ آ گئے۔

"ڈاکٹر انکل اسے کیا ہو گیا ہے۔ یہ اپنے سنس میں کیوں نہیں آ رہی۔" سولو اسے دیکھ کر پاگل ہوئی جا رہی تھی۔

"پلیز آپ ہٹیے میں انہیں چیک کر لیتا ہوں۔"

Scanned with CamScanner

ڈاکٹر فاروق ان کے فیملی ڈاکٹر تھے۔ سونو کو تسلی دے کر اسے چیک کرنے لگے۔

"ان کا بی پی خطرناک حد تک بڑھ گیا ہے انہیں فوراً ہاسپٹل لے چلیں ورنہ برین ہیمبرج بھی ہو سکتا ہے۔" وہ اسے چیک کر کے تیزی سے پلٹے۔ اور چند منٹ بعد ہی وہ سونو اور خان بابا کے ساتھ ڈاکٹر فاروق کی گاڑی میں ہاسپٹل کی طرف جا رہی تھی۔

"رشی ہوش کرو پلیز۔ میری بات کا جواب دو۔" سونو کی حالت دگرگوں تھی خان بابا کی بھی۔

وہ بار بار پلٹ کر اسے دھیرے دھیرے بڑبڑاتے دیکھ رہے تھے۔

"کوئی شدید شاک لگا ہے انہیں یا شاید۔ ہائپر ٹینشن کے باعث بی پی شوٹ کر گیا ہے ان کا۔ بہرحال ہم کوشش کر رہے ہیں کہ اسے نارمل کر لیں۔" فاروق صاحب نے کافی دیر بعد آ کر انہیں بتایا تو وہ دونوں پریشان ہو گئے۔

"کیا بات ہوئی ہے خان بابا کیا آپ جانتے ہیں؟" سونو پریشان ہو کر خان بابا کی طرف گھومی۔

"نہیں بیٹا۔ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ بس کل صبح رشی بیٹا بغیر اطلاع کیے آئی تھیں۔ بہت پریشان لگ رہی تھیں مگر مجھے وجہ نہیں معلوم۔ ویسے کل صاحب اور بیگم صاحبہ بھی بہت غصے میں نظر آ رہے تھے۔ وہ بھی کچھ فکرمند تھے۔" خان بابا کی ناقص معلومات اسی حد تک محدود تھیں۔

"اوہ اس کا مطلب ہے کہ یقیناً کوئی بات ہو گئی ہے۔" سونو نے اندازہ لگانے کی کوشش کی مگر کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اس نے اور خان بابا نے ہر متوقع جگہ عادل اور ممی پاپا کے لیے میسج چھوڑا تھا مگر دو گھنٹے کے طویل اور صبر آزما انتظار کے بعد بھی ان کا کوئی پتا نہیں تھا۔ دوسری طرف ڈاکٹر سخت پریشان تھے آرش کا بی پی کسی طور نیچے نہیں آ رہا تھا بلکہ اس کی شدت میں اضافہ ہو رہا تھا۔

"بیٹا سونو آپ اپنے پاپا اور ممی کو انفارم کر دیں۔ معاملہ ہمارے ہاتھوں سے نکل بھی سکتا ہے۔" فاروق انکل نے آ کر اسے کہا تو وہ بے اختیار ہو کر رو دی۔ بچی کبھی گھر پر گورنس کے پاس چھوڑ کر آئی تھی۔ اسی وقت پاپا اور ممی کی پریشان صورتیں کار ریور کے اختتام پر ابھریں تو وہ دوڑ کر ممی سے لپٹ گئی۔

"ممی آرش کو دیکھیں اسے کیا ہو گیا ہے۔ وہ مر رہی ہے ممی۔ وہ ہم سے روٹھ رہی ہے۔" اس کی آہ و فغاں فرحانہ بیگم کا کلیجہ شق کر گئی۔

"ایزی سونو۔ پی ایزی۔" پاپا نے بمشکل یہ الفاظ ادا کیے۔ ممی رونے لگی تھیں۔ وہ تیزی سے ڈاکٹر کی طرف بڑھے۔ اور ان کی زبانی اس کی حالت سن کر شدید احساس جرم دونوں کو اپنا حصار میں قید کر گیا۔

"کیا ہم اس سے مل سکتے ہیں۔ دیکھ سکتے ہیں۔" ممی نے تڑپ کر پوچھا۔

"نہیں بھابی۔ آپ اس وقت صرف اس کے لیے دعا کر سکتے ہیں۔ والدین کی دعاؤں میں بہت اثر ہوتا ہے۔ خصوصاً ماں کی دعا تو قدرت بھی رد نہیں کرتی۔" وہ انہیں دلاسا دے کر واپس لوٹ گئے۔ پاپا اور ممی شکستہ قدموں سے بنچوں پر بیٹھ گئے۔

"مگر ممی میری سمجھ میں نہیں آتا آخر ایسی کیا بات ہو گئی کہ آرش نے اتنا سیریس لیا ہے اسے۔ بتائیں نا ممی اس کی اس حالت کا ذمہ دار کون ہے؟ کس نے اسے موت کے کنارے تک پہنچایا ہے۔ پلیز ممی میری بات کا جواب دیں۔" سونو ممی کا کندھا ہلا کر پوچھ رہی تھی۔ انہوں نے پشیمانی سے ڈبڈبائی نظروں سے شوہر کی طرف دیکھا جو اولاد کی تکلیف پر لٹے لٹے سے کھڑے تھے۔

انہوں نے یہ سب تو نہیں چاہا تھا۔ آرش کی زندگی سے بڑھ کر تو ان کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ یہ ضرور ہوا تھا کہ انہوں نے اس کی زندگی کا فیصلہ اپنی رضا اور اپنی مادی سوچ کے مطابق کر ڈالا تھا مگر اس کا یہ نتیجہ نکلے گا یہ تو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

"تابش یہ سب کیا ہو گیا؟" ممی سونو کو جواب دینے کے بجائے خود رونے لگیں۔

"پلیز فرحانہ۔ خود کو سنبھالو۔ میرا اپنی بیٹی کے

Scanned with CamScanner

لیے بڑے سے بڑا ڈاکٹر کروں گا سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔" پاپا ان سے کہہ کر تیزی سے اندر کی طرف بڑھ گئے۔

مگر مسئلہ ڈاکٹر یا کسی میڈیکل سہولت کا نہیں تھا بلکہ اصل معاملہ تو آرش کا تھا جو ہر گزرتے لمحے کے ساتھ تیزی سے حواس چھوڑتی جا رہی تھی۔ ڈاکٹرز سخت پریشان تھے کہ وہ خود کسی قسم کا ردِعمل ظاہر نہیں کر رہی تھی گویا اس میں زندہ رہنے کی امنگ ہی پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ قوتِ مدافعت کوئی رسپانس نہیں دے رہی تھی اس کی۔

یہ وقت کتنا کڑا تھا کوئی ممی پاپا سولو اور عادل کے دل سے پوچھتا جو ہر گزرتے لمحے کے ساتھ خود بھی ناامید ہوتے جا رہے تھے۔

"نہیں میرے خدا یہ بہت سخت سزا ہے مجھے میرے قصور کی یاداش میں اپنی بیٹی سے نہ جدا کر۔ میں جانتا ہوں کہ میں نے ظلم کیا ہے اپنی بیٹی پر، مگر تو بڑا غفور الرحیم ہے میری خطا کو معاف کر دے یارب العالمین۔ میری آرش کو صحت دے دے۔" تالش حسن جو دولت کے زعم میں کبھی کسی کے آگے نہیں جھکتے تھے آج خدا کے حضور گڑگڑا رہے تھے۔

بیگم فرحانہ تالش بھی مصلے پر بیٹھی خدائے عزوجل سے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگ رہی تھیں اولاد کی محبت نے انہیں ایسے درد سے آشنا کیا تھا جسے وہ کبھی بھی نہ جان سکی تھیں۔

"آرش کی زندگی لوٹا دے میرے مالک۔ میں اس کی خواہش کو پھر کبھی رد نہیں کروں گی۔" فرحانہ بیگم اب کہیں جا کے فرعونیت کے دائرے سے باہر نکلی تھیں۔ آج ان کی وہی دولت جس کی جمع اور تفریق میں وہ اپنی اولاد کی خوشیوں کو روند رہی تھیں اسی دولت نے انہیں اپنی بیٹی کی زندگی دینے سے معذوری ظاہر کر دی تھی۔ جسے انہوں نے خدا مان لیا تھا وہ ان کے کسی کام کی نہ تھی۔

آرش کو دوا سے زیادہ دعا کی ضرورت تھی۔ اب اونٹ پہاڑ کے نیچے آ رہا تھا۔ تالش حسن اور فرحانہ تالش کو اولاد کی محبت نے دولت کی محبت سے آزاد کرا دیا تھا۔ یہ دولت کی طمع ہی تو تھی جو ان سے ان کے جگر کا ٹکڑا چھین لینے کے درپے تھی۔

دونوں میاں بیوی تو پہلے ہی پشیمان تھے اس پر سولو کی صاف گوئی سے اور بھی زیادہ نادم ہو گئے تھے۔

"ممی پاپا اگر آرش کو کچھ ہو گیا تو میں آپ دونوں کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔" کتنی تڑپ سے اس نے کہا تھا فرحانہ بیگم اور تالش حسن کا کلیجہ شق ہو رہا تھا۔

"اگر آرش اس کے لیے راضی نہ تھی تو آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا ممی۔" عادل کہہ رہا تھا۔ "میر جلال کی دولت آرش سے زیادہ تو نہیں ہمیں کسی چیز کی کمی نہیں تھی پھر آپ نے اسے کیوں ہرٹ کیا؟" دونوں اولادیں ان سے سوال کر رہی تھیں اور ایک بیٹی بسترِ مرگ پر پڑی تھی۔

"تالش مجھے صرف اپنی بیٹی کی زندگی چاہیے۔ اور کچھ نہیں۔" فرحانہ بیگم ٹوٹ کر رو رہی تھیں۔

"صرف ایک مرتبہ وہ آنکھیں کھول دے تو میں اسے یہ خوش خبری سنا دوں گا کہ میں نے اسے اپنے فیصلے سے آزاد کیا۔ مگر وہ تو یوں روٹھی ہے کہ من ہی نہیں رہی۔" تالش حسن کا اکڑا ہوا لہجہ آج کس قدر شکستہ تھا۔ وہ غرور اور تمتما جوان کے مزاج کا حصہ بن گیا تھا کیسے چور چور ہو گیا تھا۔ سولو ان کے سینے سے لگ کر سسک اٹھی۔

اسے اڑتالیس گھنٹے گزرنے کے باوجود ہوش نہیں آ رہا تھا۔ ڈاکٹرز کو خطرہ تھا کہ کہیں وہ کومے میں نہ چلی جائے۔ دماغ کی کسی بھی رگ میں ذرا سا خون جم جانے کی صورت میں ایک طویل نیند اسے اپنی آغوش میں لے لیتی تو ان کے لیے اسے سنبھالنا مشکل ہو جاتا۔

سب بارگاہِ ایزدی میں سربسجود ہو کر اس کی زندگی کے لیے دعاگو تھے جو بالکل خاموشی سے شکایت کیے بغیر زندگی سے ناطہ توڑنے کی کوشش میں مصروف تھی۔

ایک ایک لمحہ سسک سسک کر گزر رہا تھا

Scanned with CamScanner

ٹھٹک ٹھٹک کر بیت رہا تھا۔ ہر گزرتا پل مایوسی اور آس کو بیک وقت جنم دیتا) نہیں متضاد کیفیت میں مبتلا کر رہا تھا۔

کہتے ہیں دل سے نکلی دعا ہمیشہ مستجاب ہوتی ہے یا کبھی کبھی کوئی لمحہ قبولیت کا بھی ہوتا ہے جانے کون سی بات سچ تھی مگر یہ تیسرے روز کی صبح طلوع ہونے سے پہلے کا وقت تھا جب اس نے ذرا سا کسمسا کر ممی کو پکارا تھا۔

تمام ڈاکٹرز کی خوشی قابل دید تھی ان کی کوششیں رنگ لائی تھیں۔ سب کی دعائیں رائیگاں ہونے سے بچ گئی تھیں۔ رحمت خداوندی کو شاید بھٹکے ہوئے لوگوں پر ترس آگیا تھا۔ رشی دراز ہونے کے بعد ذرا سا جھٹکا ان کی آنکھیں کھول گیا تھا۔ اب وہ سراب اور حقیقت کے مابین فرق کر چکے تھے۔ زندگی کے وہ اصول جنہوں نے انہیں اصل خوشیوں اور حقیقی مسرتوں سے دور کر دیا تھا — حالات کے ایک ہی وار نے توڑ کر ان کی کمزوری عیاں کر دی تھی۔

"یا اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے" ممی، پاپا اس خبر کے ساتھ ہی سجدۂ شکر میں جھک گئے۔ سونو اور عادل کی آنکھیں بھی خوشی کے آنسوؤں سے لبریز ہو گئی تھیں۔ اگر جو آرش انہیں یوں نہ دیکھ لیتی تو شاید خوشی سے ہی مر جاتی۔

جس وقت اسے ہوش آیا اس کے ارد گرد کئی لوگ تھے۔ ڈاکٹر نے پہلے اس کا بی پی وغیرہ چیک کیا اور پھر مسکرا کر ہدایتیں دیتا چلا گیا تو اس نے چاروں جانب نقاہت سے نظر دوڑائی۔

سب موجود تھے۔ دادی اماں، ممی، پاپا، سونو، عادل، شرمین، عنبرین، چچا جان، چچی بیگم، پھوپھی بیگم اور طاہر، بابر۔ سب ہی تو تھے۔ اس کے — اندر تک سرشاری سی اتر گئی۔ کئی ساعتیں تو وہ سمجھ ہی نہ سکی کہ وہ کہاں ہے اور جب دھیرے دھیرے حواس بحال ہوئے تو سارے منظر کسی فلم کی طرح تصور میں گھوم گئے۔

"اوہ" اس نے کرب سے آنکھیں موند لیں۔

"رشی میری جان" ممی نے اس کا ماتھا چوم لیا۔ ممتا کی گرمی آج اسے پہلی مرتبہ ان کے لمس میں محسوس ہوئی تھی۔ پاپا نے بھی اسے پیار کیا۔ مگر وہ آنکھیں بند کیے خاموشی سے لیٹی تھی۔ آنسو باوجود کوشش کے بہنے لگے تھے۔

"رشی" پاپا تڑپ گئے "نہیں بیٹا یہ آنسو نہ ضائع کرو"

"آئی ایم سوری بیٹا۔ ہم نہیں جانتے تھے کہ ہمارے اندھے فیصلے تمہیں یوں توڑ رہے تھے" ممی کی ندامت سے چور آواز اس کی سماعتوں کو زندگی بخش رہی تھی۔

"آئی لو یو مائی چائلڈ" پاپا نے اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا مگر وہ ہونٹ بھینچے موندے ان کے ضبط کا امتحان لے رہی تھی۔

"رشی پلیز آنکھیں کھولو دیکھو تو ممی پاپا کتنے پشیمان ہیں۔ سب تم سے ملنے آئے ہیں۔ دیکھو سونٹی تمہاری طرف دیکھ رہی ہے" سونو نے اپنی بیٹی کو اس کے پاس بٹھا دیا۔

"رشی آنٹی" سونٹی کے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کا لمس اپنے گالوں پر محسوس کر کے وہ ضبط نہ کر سکی اور بے اختیار اسے سینے میں بھینچ لیا۔

"شکر ہے میرے مولا" دادی اماں نے جانے کیا پڑھ پڑھ کر اس پر پھونکا اور اس کا ماتھا چوم لیا۔ سب نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ دھیرے سے مسکرا دی۔

"رشی ناراض ہو میری جان" ممی نے اسے یوں انجان بنے دیکھا تو برداشت نہ کر سکیں۔

"ممی" اس نے نحیف سی آواز میں انہیں پکارا۔

"میری جان" انہوں نے اسے خود سے لپٹا لیا۔

"آپ اور پاپا نے میری قیمت لگائی تھی، مجھے میر جلال کی دولت کے عوض"

"نہیں بیٹا" پاپا نے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی "ہم نے یہ سب نہیں سوچا تھا۔ ہم نے تو صرف میر جلال کے اسٹیٹس کے ساتھ اپنے اسٹیٹس کو بڑھانے کی کوشش کی تھی۔ تمہیں دولت میں کھیلتے دیکھنے کی خواہش تھی ہماری"

Scanned with CamScanner

"چاہے یہ دولت میری جان لے لیتی۔" وہ کراہتے ہوئے بولی۔

"اللہ نہ کرے۔" دادی اماں تڑپ گئیں۔ "اللہ تمہیں عمر خضر دے میری جان۔ ایسی باتیں منہ سے نہیں نکالتے۔" اس نے شاکی نظروں سے ممی پاپا کو دیکھا۔

"میں اور تمہاری ممی تم سے شرمندہ ہیں بیٹا۔ اللہ تعالیٰ نے تو تمہیں زندگی دوبارہ دے کر ہمیں معاف کر دیا ہے اب تم بھی اپنے ناعاقبت اندیش والدین کے قصور کو بھلا دو بیٹا۔" پاپا نے شکستہ لہجے میں کہا تو وہ ٹوٹ گئی۔

"نہیں پاپا پلیز ایسے نہ کہیں۔ آپ کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا یہی بہت ہے۔ آئی لو یو۔ پاپا ممی۔" بمشکل اس نے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا مگر ممی نے اسے نرمی سے تھام کر لٹا دیا۔

"تھینک یو ڈیئر۔" دونوں کی آنکھیں مسرت سے بھیگ گئیں۔

اسے یوں لگا جیسے جلتی دھوپ سے اچانک وہ سائے میں آ گئی ہو۔

"ویسے ہمیں بلانے کے اور بھی بہت سے طریقے تھے مگر تمہارا یوں صاحب فراش ہونا مجھے سخت برا لگا ہے۔ پورا دو نمبر طریقہ تھا یہ۔" شرمین نے اسے محبت سے گھورا۔

"بہت پریشان کیا ہے تم نے آرش ایمان سے ساری پڑھائی چھوڑ کر دوڑا چلا آیا ہوں میں۔" بابر نے دہائی دی۔

"اچھا ہوا۔ ہر وقت کتابی کیڑا بنے رہتے تھے تم۔" اس کی ازلی شگفتگی لوٹ آئی تھی۔ سب اس کے اردگرد جمع ہو گئے تو وہ بھی باوجود کمزوری کے ہنسنے بولنے لگی۔

دو تین دن تک وہ اپنے بیڈ تک ہی محدود رہی۔ جب تک دواؤں کے زیر اثر سوتی رہتی دادی اماں اور ممی اس کے پاس رہتیں اور جب جاگ جاتی تو وہ چاروں ہلہ بول دیتے۔ اس طرح ان کی کمپنی میں اسے بڑا مزا آتا۔ ممی پاپا اور عادل بھائی کی غیر معمولی شفقت اور توجہ نے تمام شکوے شکایتیں حرف غلط کی طرح مٹا دی تھیں۔ بہت ساری باتیں تھیں جو اکثر ذہن میں آتیں تو بہت سارے زخموں کے ٹانکے کھلتے چلے جاتے تھے مگر جلد ہی اپنے اردگرد پھیلے محبتوں کے مہربان سائے اسے سمیٹ کر درد کی وادی سے نکال لے جاتے۔

"سونو۔" اس نے میگزین ایک طرف رکھتے ہوئے سونو کو پکارا۔

"ہوں۔" وہ متوجہ تھی۔

"میر جلال آئے تھے مجھے دیکھنے۔" آہستگی سے سوال کیا۔ سونو نے قدرے چونک کر اسے دیکھا۔

"نہیں۔" تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد بالآخر اس نے سچ کہہ ہی دیا۔

"کیا انہیں بتایا تھا تم نے؟" اس کے انداز میں کریدتھی مگر افسوس نہیں تھا۔

"ہاں انہیں انفارم کر دیا تھا ہم نے۔ مگر انہوں نے یہاں آنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ البتہ کل ان کا فون آیا تھا گھر پر۔ پاپا کے پاس۔" سونو کی آنکھوں میں غصہ تھا۔

"پھر؟"

"ایکسکیوز کر رہے تھے کہ مصروفیت کی وجہ سے آ نہیں سکا۔ جواباً پاپا نے انہیں کچھ نہیں کہا بس اوکے کہہ کر فون رکھ دیا۔" وہ بتا رہی تھی۔ "دراصل اب پاپا کو اس بات کی ضرورت بھی نہیں کہ وہ یہاں آئیں اور تمہارے سرہانے ایک عدد بکے کا اضافہ کر کے چلتے بنیں۔" سونو کے جلے بھنے انداز پر اسے ہنسی آ گئی۔

"تم ہنس رہی ہو۔ آئی سوئیر میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس شخص کو شوٹ کر دوں۔"

"کیوں؟" وہ سوالیہ ہوئی تو سونو چپ سی ہو گئی۔ "صرف اس لیے کہ انہوں نے مجھے دھوکا دیا مگر یہ فریب بھی تو انہوں نے ممی پاپا کے ایما پر کیا تھا نا! اگر تم منصف بن ہی رہی ہو تو پھر غیر جانبداری بھی اختیار کرو ڈیئر۔" سونو اس کی سنجیدہ سی بات پر نظریں چرا کر رہ گئی۔

وہ گھر واپس آئی تو کافی بہتر ہو چکی تھی۔ ممی پاپا

Scanned with CamScanner

نے اس کے لیے جشنِ صحت کا انتظام کرنے کا سوچا اور ابھی ابھی ممی اسے کارڈز تھما کر گئی تھیں کہ جس کو چاہے بلا لے۔

"کس کو بلاؤں" اس نے سنہری کارڈ کو الٹ پلٹ کر کے دیکھا۔

"سمعان علی گردیزی" جو نام سب سے پہلے اس کے لبوں پر بے آواز ابھرا وہ اسے چونکا سا گیا۔

"سمعان علی کیا تم اب تک بے خبر ہو۔ میرے ساتھ گزرے ہوئے حالات کیا شرمین کی زبانی تم نے نہیں سنے۔ تم مجھے دیکھنے تک نہیں آئے۔ کیا یہی تھی تمہاری چاہت۔ تمہارا انتظار" پلکیں نمکین پانی کے بوجھ سے بلاوجہ ہی جھکنے لگیں۔ اسی لمحے شرمین دروازے پر دستک دے کر اندر چلی آئی۔ اس نے آنسو صاف کر لیے۔

"ہاں تو اب بتاؤ۔ کس کس کو بلانے کا ارادہ ہے" اس کے قریب ہی کارپٹ پر بیٹھتے ہوئے اس نے سوال داغا۔

"کسی کو نہیں" جواب آیا۔

"کیا؟" شرمین اتنے زور سے چیخی کہ اسے اس کے منہ پر ہاتھ رکھنا پڑا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے شرمین" اسے غصہ آیا۔

"یہ بدتمیزی نہیں احتجاج تھا" اس نے اس کا ہاتھ پرے دھکیلا "گویا تم ہمیں تک بلانے سے انکاری ہو"

"اوہو۔ میں تمہیں نہیں کہہ رہی۔ بس میری طرف سے کسی کو بھی بلانے کی ضرورت نہیں۔ ممی پاپا خود دیکھ لیں گے" وہ بے زار ہوتی جا رہی تھی۔

"کسی کو بھی نہیں" شرمین کی آنکھوں میں معنی خیزی تھی۔

"ہاں" وہ جھنجھلا گئی۔

"بڑے افسوس کی بات ہے کتنے ہی لوگ تم سے ملنے آئے تمہیں دیکھنے آئے اور اب تم صحت مند ہو گئی ہو تو انہیں بھول گئی ہو۔ چچ چچ" اس نے اسے ملامتی نظروں سے گھورا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تمہاری کلاس فیلوز آئیں۔ کچھ آنٹی کے حلقہ احباب کی بیٹیاں بھی وزٹ کر کے گئیں۔ اس کے علاوہ بڑے بڑے لوگ آئے مگر تم ان کو انوائٹ کرنے کے قابل بھی نہیں سمجھتیں"

"ان سب کو تو ممی خود کارڈز بھیج دیں گی۔ مجھے تردد کرنے کی ضرورت نہیں"

"مگر ایک نام ایسا بھی ہے جسے تمہارے کارڈ کا ہی انتظار ہوگا" یکدم ہی شرمین پر اسرار لہجے میں کہنے لگی۔

"کون" وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

"اپنے دل سے پوچھو" شرمین نے صاف دامن بچایا۔

"میرے خدا" دل کی دھڑکنوں میں سمعان کے نام کا شور مچ گیا "اوہو اب تک بھی پہیلیوں میں الجھا رہی ہو" تنگ آ کر شرمین کو ایک ہاتھ رسید کیا۔

"میں سمعان بھائی کی بات کر رہی تھی" شرمین نے گہری نظریں اس کے چہرے پر گاڑ دیں۔ اس کے چہرے پر ایک سایا سا آ کر گزر گیا۔

"انہیں بلانے کی ضرورت نہیں۔ جو شخص میری بیماری کے متعلق جان کر بھی اتنا بے حس رہا ہے اسے میری صحت یابی سے بھی کوئی غرض نہیں ہوگی" لہجہ خود بخود شاکی ہو گیا۔

"ہوں۔ تو گویا تم کو ان سے شکایت ہے" شرمین نے سر ہلایا "ویسے ایک مفکر کا قول ہے کہ شکایت ہمیشہ اپنوں سے ہوتی ہے۔ اور سمعان بھائی تمہارے ہے"

"فضول بکواس مت کرو" اس نے تکیہ اٹھا لیا تو وہ اور شوخ ہو گئی۔

"ویسے تمہاری اطلاع کے لیے سمعان بھائی پورے ایک ہفتے کراچی قیام کر کے گئے ہیں اور اس دوران تمہاری عیادت بھی باقاعدگی سے کی ہے انہوں نے"

"کیا؟" وہ حیران رہ گئی "مگر کب؟"

"تقریباً روز ہی وہ ہمارے ساتھ جاتے تھے مگر چونکہ تابش انکل یا آنٹی موجود ہوتے تھے لہٰذا وہ باہر سے ہی تمہیں دیکھ لیتے تھے" وہ مزے سے

Scanned with CamScanner

بتا رہی تھی۔ جبکہ آرش پر شادی مرگ کی کیفیت طاری تھی۔ "ویسے انہوں نے ہم چاروں بلکہ اب تو سونو سے بھی اپنا سیکرٹ شیئر کر لیا ہے۔"

"کون سا سیکرٹ؟" تفکر سے گھبرا کر سوال کیا۔

"وہی گرے ڈائری والا۔" شرمین نے یوں کہا جیسے وہ گرے ڈائری کی تمام کہانی جانتی ہو۔

"کون سی گرے ڈائری؟" انجان بنتے ہوئے اس نے پوچھا تو شرمین کے لبوں پر ٹھہری مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"وہی جسے تم نے پڑھ کر غلط جگہ پر رکھ دیا تھا اور پنڈی سے واپس آنے پر جب سمعان بھائی نے ہم سے پوچھا کہ ان کے کمرے میں کون گیا تھا تو ہم نے جھٹ تمہارا نام لے دیا۔" اس نے گویا دھماکا کیا۔ "دراصل ہم سب ان کے کمرے میں جاتے ہی نہیں تھے وہ شروع ہی سے ایسے ہیں اسی لیے تو ہمارے گھر رکنے پر راضی نہیں تھے۔ اپنی پرائیویسی میں دخل در معقولات انہیں بہت گراں گزرتی ہے۔"

"مائی گاڈ!" اس نے سر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔

"ویسے سونو نے زبردست کام کیا ہے۔ اس نے انکل اور آنٹی سے کہہ دیا ہے کہ اب تمہاری زندگی ——— میں صرف اور صرف ایک ہی شخص رنگ بھر سکتا ہے۔"

"کیا؟" وہ بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔ انکشاف در انکشاف اسے بدحواس کیے دے رہے تھے۔

"اور وہ ہے سمعان علی۔" سونو نے دروازے سے اندر آتے ہوئے ہانک لگائی۔ اس کے پیچھے پیچھے طاہر، بابر اور عادل بھی تھے ساتھ میں عنبرین مٹھائی اٹھائے چلی آ رہی تھی۔

"یہ سب کیا ہے؟" وہ سٹپٹا رہی تھی۔ عادل کے سامنے جس مزے سے سونو نے سمعان کا نام لیا تھا وہ طرح بے طرح شرما گئی تھی۔

"مائی ڈیئر باہر ہماری خالہ جان اور امی جان انکل تالش اور آنٹی فرحانہ سے تمہارا اور سمعان بھائی کا مقدمہ لڑ رہی ہیں گمان غالب ہے کہ فیصلہ جلد ہی ہمارے حق میں ہو جائے گا۔" عنبرین نے برفی کا ٹکڑا اس کے منہ میں ٹھونس دیا۔

"انشاء اللہ۔" سونو نے اسے گلے سے لگا لیا۔ عادل کا ہاتھ اس کے سر پر رک گیا تو وہ بے اختیار ہی رو دی۔

"ارے ارے یہ کیا بدشگونی کی ہے تم نے۔" شرمین اور بابر چلائے۔

"میرا خیال ہے کہ آرش کو ہمارا فیصلہ پسند نہیں آیا۔" طاہر نے شرارت سے لہجہ کو سنجیدہ بنا کر کہا تو وہ جھٹکے سے سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

"ہے نا؟" عادل نے بھی طاہر کا ساتھ دیا تو نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی گردن نفی میں ہل گئی۔

سب کا زبردست قہقہہ پڑا اپنی اس غیر اختیاری سی حرکت پر وہ نڈھال سی ہو گئی۔

"چلو باہر۔" ان سب نے اسے کھینچا۔ وہ لوگ باہر آئے تو ڈرائنگ روم سے ہنسنے کی آوازیں اس گمان کو یقین میں بدل رہی تھیں کہ پاپا اور ممی کا فیصلہ اس کے دل کی خواہش کے ہم آہنگ ہو گیا ہے۔

"ہرا۔" وہ سب اسے چھوڑ کر اندر کی جانب لپک گئے۔ اور وہ باہر کھڑی حالیہ واقعات کی کڑیاں ملاتے ہوئے دل کی دھڑکنوں پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگی۔ مگر جلد ہی مانوس قدموں کی آہٹ اس کی پشت پر ابھری تو دل ایک مرتبہ پھر اپنی رفتار بھول گیا۔

"آرش۔" سمعان کی آواز اس کا واہمہ نہیں تھی وہ مشینی انداز میں گھوم گئی۔

"آپ۔" حیرت سے اسے دیکھا۔ خوشی و انبساط اپنے نقطہ عروج کو چھو رہے تھے۔ سمعان کے لبوں پر سجا دلفریب تبسم اسے بے خود کر گیا۔

"ہاں میں۔ بہت لمبی مسافت کے بعد یہاں تک پہنچا ہوں۔ کہو آگے میرا ساتھ دینا ہے۔" آنکھوں میں چاہتوں کی دیپ جلائے وہ سوال کر رہا تھا۔

ایک لمحے کے لیے آرش نے اندر سے آتی ہوئی آوازوں کو سنا اور جھکتے ہوئے اپنا سر اثبات میں ہلا دیا۔

Scanned with CamScanner